ماہنامہ

حکمت بالغہ

ستمبر 2011

مدیر: انجینئر مختار حسین فاروقی

قرآن اکیڈمی

جھنگ پاکستان

فون اور فیکس:- 0092-47-77628261

ای میل: hikmabaalgha@yahoo.com

ویب سائٹ:

http://www.hikmatbaalgha.com

http://www.hamditabligh.net

قرآن مجید

کے ساتھ

چند لمحات

سورۃ الحاقہ (69) آیات 16-37

اَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وَ انۡشَقَّتِ السَّمَآءُ فَہِیَ یَوۡمَئِذٍ وَّاہِیَۃٌ O

اور آسمان پھٹ جائے گا تو وہ اس دن کمزور ہو گا

وَ الۡمَلَکُ عَلٰۤی اَرۡجَآئِہَا

اور فرشتے اس کے کناروں پر (اتر آئیں گے)

وَ یَحۡمِلُ عَرۡشَ رَبِّکَ فَوۡقَہُمۡ یَوۡمَئِذٍ ثَمٰنِیَۃٌ O

اور تمہارے پروردگار کے عرش کو اس دن آٹھ فرشتے اٹھائے ہوئے ہوں گے

یَوۡمَئِذٍ تُعۡرَضُوۡنَ لَا تَخۡفٰی مِنۡکُمۡ خَافِیَۃٌ O

اس دن تم (سب لوگوں کے سامنے) پیش کیے جاؤ گے،

تمہاری کوئی پوشیدہ بات چھپی نہ رہے گی

فَاَمَّا مَنۡ اُوۡتِیَ کِتٰبَہٗ بِیَمِیۡنِہٖ

تو جس کا (اعمال) نامہ اس کے داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا

فَیَقُوۡلُ ہَآؤُمُ اقۡرَءُوۡا کِتٰبِیَہۡ O

وہ (دوسروں سے) کہے گا کہ لیجیے میرا نامہ (اعمال) پڑھیے

اِنِّیۡ ظَنَنۡتُ اَنِّیۡ مُلٰقٍ حِسَابِیَہۡ ۞

مجھے یقین تھا کہ مجھ کو میرا حساب (کتاب) ضرور ملے گا

فَھُوَ فِیۡ عِیۡشَۃٍ رَّاضِیَۃٍ ۞

پس وہ (شخص) من مانے عیش میں ہو گا

فِیۡ جَنَّۃٍ عَالِیَۃٍ ۞ قُطُوۡفُھَا دَانِیَۃٌ ۞

(یعنی) اونچے (اونچے محلوں کے) باغ میں، جن کے میوے جھکے ہوئے ہوں گے

کُلُوۡا وَ اشۡرَبُوۡا ھَنِیۡٓـًٔا بِمَاۤ اَسۡلَفۡتُمۡ فِی الۡاَیَّامِ الۡخَالِیَۃِ ۞

مزے سے کھاؤ اور پیو اس (عمل) کے صلے میں جو تم گزشتہ ایام میں آگے بھیج چکے ہو

وَ اَمَّا مَنۡ اُوۡتِیَ کِتٰبَہٗ بِشِمَالِہٖ

اور جس کا نامہ (اعمال) اس کے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا

فَیَقُوۡلُ یٰلَیۡتَنِیۡ لَمۡ اُوۡتَ کِتٰبِیَہۡ ۞

وہ کہے گا اے کاش مجھ کو میرا (اعمال) نامہ نہ دیا جاتا

وَ لَمۡ اَدۡرِ مَا حِسَابِیَہۡ ۞

اور مجھے معلوم نہ ہوتا کہ میرا حساب کیا ہے

یٰلَیۡتَھَا کَانَتِ الۡقَاضِیَۃَ ۞

اے کاش موت (ابدالآباد کے لیے میرا کام) تمام کر چکی ہوتی

مَاۤ اَغۡنٰی عَنِّیۡ مَالِیَہۡ ۞ ھَلَکَ عَنِّیۡ سُلۡطٰنِیَہۡ ۞

(آج) میرا مال میرے کچھ بھی کام نہ آیا

(ہائے) میری املاک و حیثیت خاک میں مل گئی

خُذُوۡہُ فَغُلُّوۡہُ ۞ ثُمَّ الۡجَحِیۡمَ صَلُّوۡہُ ۞

(حکم ہو گا کہ) اسے پکڑ لو اور طوق پہنا دو پھر دوزخ کی آگ میں جھونک دو

ثُمَّ فِیۡ سِلۡسِلَۃٍ ذَرۡعُھَا سَبۡعُوۡنَ ذِرَاعًا فَاسۡلُکُوۡہُ ۞

پھر زنجیر سے جس کی ناپ ستر گز ہے جکڑ دو

اِنَّہٗ کَانَ لَا یُؤْمِنُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْمِ O

یہ نہ تو اللہ جل شانہٗ پر ایمان لاتا تھا

وَ لَا یَحُضُّ عَلٰی طَعَامِ الْمِسْکِیْنَ O

اور نہ فقیر کے کھانا کھلانے پر آمادہ کرتا تھا

فَلَیْسَ لَہُ الْیَوْمَ ھٰھُنَا حَمِیْمٌ O

سو آج اس کا بھی یہاں کوئی دوست دار نہیں

وَّ لَا طَعَامٌ اِلَّا مِنْ غِسْلِیْنٍ O

اور نہ پیپ کے سوا (اس کے لیے) کھانا ہے،

لَّا یَاْکُلُہٗ اِلَّا الْخَاطِئُوْنَ O

جس کو گنہگاروں کے سوا کوئی نہیں کھائے گا

صدق اللّٰہ العظیم

پاکستان کی حفاظت اور استحکام کی خاطر
سب کے لئے 'نمک حلال' کرنے کا وقت آن پہنچا ہے

انجینئر مختار فاروقی

نمک ایک معمولی استعمال کی معدنی چیز ہے تاہم ہماری زبان میں نمک کی اہمیت کے پیش نظر بہت سے محاورے ہیں جو بے حد اہمیت کے حامل ہیں اور انسانی رویوں کے عکاس ہیں۔ نمک کے ساتھ نمک حلال کرنا اور نمک حرامی کے محاورے خاصے معنی خیز ہیں۔

ہمارے ملک میں الحمدللہ معدنی نمک کی کمی نہیں ہے کھیوڑہ کی کان ملکی ضرورت سے زیادہ نمک مہیا کرتی ہے اور کئی صدیوں سے یہاں سے نمک کے نکالنے کا کام ہوتا ہے۔ ہمارے ملک کے عوام کی اکثریت ملکی نمک ہی استعمال کرتے ہیں۔ جبکہ ہمارے ملک کا حکمران طبقہ، آسودہ حال تاجر، صنعت کار، اعلیٰ سرکاری ملازم اور سیاست دان عام طور پر غیر ملکی نمک ہی زیادہ شوق سے استعمال کرتے ہیں۔ نمک کے استعمال کے اس معمولی فرق کا نتیجہ ـــــــــــ عملی زندگی میں عوام اور ملک کی اشرافیہ (ELITE CLASS) کے معاشرتی رویوں سے ظاہر ہوتا ہے۔

ملک خداداد پاکستان کے عوام کی اکثریت اپنے رویے اور نقطہ ہائے نظر سے ملک کی خیرخواہ اور یوں محاورے میں نمک حلال کر رہی ہے۔ جبکہ ہماری اشرافیہ کی اکثریت غیر ملکی نمک استعمال کرنے وجہ سے ملکی مفادات، عوامی توقعات، عوامی مسائل اور نظریاتی سرحدوں کی حفاظت جیسے اہم اور بنیادی کاموں سے کوئی سروکار نہیں رکھتے۔

ہماری اشرافیہ کے غیر ملکی نمک استعمال کرنے کی عادت کے فرق کی وجہ سے ان کے رویوں، طرزِ عمل اور لائف سٹائل میں غیر ملکی کلچر، نظریات، عادات، زبان، لہجہ، لباس، رہن سہن کے طریقے اور روایات پھیلتی جارہی ہیں۔ ہماری اشرافیہ اپنے ہی ملک میں غیر ملکی نظریات اور لائف سٹائل کے 'سفیر' بنے ہوتے ہیں اور اس کے فروغ کیلئے ہمہ تن اور ہمہ وقت کوشاں رہتے ہیں۔

اسی غیر ملکی 'نمک خوری' کا نتیجہ یہ ہے کہ ہمارے اس اشرافیہ طبقے کو اپنے ملک، مذہب و ملت، نظریہ، تاریخ، جغرافیہ، اسلاف اور ماضی سے کوئی دلچسپی نہیں جبکہ عملاً ——— لبرل، آزاد خیال اور روشن خیال بن کر غیر ملکی نظریات کو فروغ دینے اور پروان چڑھانے کا 'ٹھیکہ' لئے ہوئے ہیں اور ان کے رویوں اور بیانات سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ جیسے وہ اس 'ٹھیکہ' اور 'سروسز' مہیا کرنے کے کام کی ساری رقم (100% PAYMENT) پیشگی (IN ADVANCE) وصول کر چکے ہیں۔

اغلباً یہی وجہ ہے کہ ہمارے اس اشرافیہ طبقہ سے غیر ملکی عالمی صہیونی مغربی مافیا کے اہل کار اور IMF (INTERNATIONAL MONETORY FUND) اور WB (WORLD BANK) کے نمائندے ہمارے ملک میں آقاؤں کی طرح آتے ہیں اور ہماری اشرافیہ کا رویہ ان غیر ملکی 'معمولی' اہل کاروں سے اس حد تک SERVANTLIKE اور SLAVELIKE ہوتا ہے کہ دنیا حیرانی کا اظہار کرتی ہے اور ملک کے عوام شرم سے اپنے منہ چھپانے پر مجبور ہوتے ہیں اور ہمارے ملک کی اشرافیہ کی اس 'غلامانہ' اور 'نوکرانہ' ذہنیت میں سال بہ سال مزید پستی آتی جارہی ہے اور غیر ملکی مافیا کے نمائندے ملک کے طول و عرض میں 'من مانیاں' کرتے اور دندناتے پھرتے دیکھے جاتے ہیں۔

اس نمک خوری کا یہ نتیجہ بھی سامنے ہے کہ ہمارے اس اشرافیہ اور بالخصوص مقتدر طبقہ کے اکثر لوگ مغربی سفارتکاروں کی حد درجہ تابعداری اور جی حضوری کرتے نظر آتے ہیں۔ بعض اوقات یہ تابعداری پاکستان کی آزادی اور قومی غیرت کے کم از کم تقاضوں سے بھی بہت نیچے چلی جاتی ہے۔

ہمارے طبقہ اشرافیہ کی مغربی آقاؤں سے اسی گہری دوستی کا اثر یہ بھی ہے کہ ——— یہ خود ساختہ آقا ——— اور ان کی غلامی پر رضامند یہ طبقہ ——— عوام کو کوئی

ریلیف اور سہولت دینے کی پوزیشن میں ہی نہیں ہے اور مہنگائی کا عفریت بے قابو ہوتا جا رہا ہے۔

اس امریکی اور مغربی نمک خوار طبقہ کا حال یہ ہے کہ عوامی مسائل پر توجہ کم اور غیر متعلقہ معاملات (NON-ISSUES) پر بحث اور بیانات کا سلسلہ جاری رہتا ہے جبکہ عوام کے مسائل مختلف قسم کے ہیں جن سے وہ مسلسل دوچار ہیں۔

یہ امریکی نمک خوار طبقہ پاکستان کا نمک کھانے والے عوام پر نسل در نسل سوار ہے اور بانیان پاکستان کے پاکستان کو پہلے آدھا کر دیا ــــــــــــ اور اب اسی پاکستان کو لسانی، علاقائی، نسلی مسائل کے گرداب میں دھکیل رہے ہیں۔

ہمارے اس اشرافیہ طبقہ کی اکثریت کا حال جناب قدرت اللہ شہاب صاحب نے اپنی کتاب 'شہاب نامہ' میں درج کیا ہے۔ موصوف صدر ایوب کے دور میں سیکرٹری تھے اور صدر صاحب کے خاص آدمی تھے۔ ایک دفعہ اُنہوں نے امریکی سفیر کا فون ایوب خان کو نہ ملایا تو سفیر نے ڈائریکٹ نمبر پر فون کر کے صورت حال بتا دی۔ جس پر ایوب خان اجلاس سے خود آ کر کہتے ہیں کہ امریکی سفیر کا فون آئے تو فوراً ملا دیا کرو اس لئے کہ BEGGERS CAN'T BE CHOOSERS۔

اس واقعہ کا اہم جملہ صدر ایوب کا آج سے 50 سال قبل کے حالات میں یہ کہنا ہے کہ امریکی سفارتکاروں کے سامنے ہم 'بھکاری' ہیں اور بھکاری کی حیثیت سے ہمارے پاس امریکی 'خیرات' اور 'صدقات' اور 'زکوٰۃ' میں کوئی CHOICE نہیں ہے جو مالک ہمیں دے دے وہی غنیمت ہے۔

استغفر اللہ ــــــــــــ اگر نصف صدی قبل ہمارے اشرافیہ کا یہ حال تھا تو آج کے حکمران کس درجے امریکی نمک خوری کی دلدل میں پھنس چکے ہیں وہ قیاس کی جا سکتی ہے۔ اس گھمبیر صورت حال ہی کا یہ شاخسانہ ہے کہ ہمارے اشرافیہ اور مقتدر طبقات کو ان کے غیر ملکی آقا انہیں موقع بہ موقع ذلیل کرتے رہتے ہیں اور ان کی اپنی نگاہوں میں گراتے رہتے ہیں تاکہ ان کی اصل حقیقت ان پر واضح رہے۔ اس اشرافیہ کی قوت کار یا رفتار کار میں کوئی کمی آتی ہے تو "DO MORE" کا تازیانہ استعمال کرتے رہتے ہیں۔

امریکہ چند سال قبل نائن الیون (2001ء) کے واقعہ کے بعد NATO ممالک کے تعاون سے بظاہر افغانستان اور درحقیقت ایٹمی پاکستان پر حملہ آور ہوا تھا۔ یہاں کے حکمرانوں نے اپنی روایتی غلامانہ ذہنیت کے زیرِاثر امریکہ کو اپنے ہاں افغانستان کے خلاف اپنی سرزمین اور زمینی وسائل استعمال کرنے کی اجازت دی مگر آج دس سال بعد بھی ــــــــــ یہ امریکی بدیشی طاقت کوئی خاطرخواہ کامیابی حاصل کئے بغیر ــــــــــ نہ صرف طالبان سے مذاکرات کی بھیک مانگ رہی ہے اور باعزت رخصتی چاہتی ہے بلکہ اپنی فوج یک طرفہ طور پر واپس لے جارہی ہے۔

یہ وقت پاکستان کے عوام اور 'دیسی نمک' استعمال کرنے والوں کے لئے بڑی خوشی کا ہے اور ایک طرح سے امریکہ کے خلاف طالبان کی واضح فتح کا ہے جس سے ایمانی رشتہ کی بنیاد پر ہماری ساری ہمدردیاں اور مستقبل کی اچھی اُمیدیں طالبان اور پاکستان کے عوام سے وابستہ ہیں۔ اور اس کا نتیجہ اب اُمت مسلمہ کے احیاء اور عالمی خلافت کی طرف افغانستان اور پاکستان میں واضح پیش رفت کرنے والے اقدامات کی صورت میں نکلنے والا ہے۔

جبکہ ــــــــــ یہی وقت امریکی نمک خواروں کے اس اشرافیہ اور مقتدر طبقات سمیت بھارت کے لئے ان کے ہاں صف ماتم بچھ جانے کا ہے۔ امریکہ کی علاقہ میں موجودگی پر ہمارے ملک کے اس اشرافیہ طبقہ کا سارا انحصار امریکی امداد اور دست گیری پر تھا اب امریکہ کی واپسی کے بعد کیا بنے گا۔ مستقبل کا یہ منظر اس طبقہ کے لئے ایک ڈراؤنا خواب ہے۔

یہ منظرنامہ (SCENARIO) اس طرح کا ہے جیسے کوئی نوجوان عملی زندگی میں قدم رکھے اور اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے سے پہلے ہی اس کا والد یا والدین داغ مفارقت دے جائیں اس نوجوان کے لئے جس کا سب کچھ والدین کا مرہونِ منت تھا، مستقبل اس کو تاریک نظر آتا ہے۔ بعینہٖ اسی طرح اس اشرافیہ اور مقتدر طبقہ کو اپنی موت نظر آرہی ہے اور خواب میں پاکستان کے عوام کا اپنے ''نظریۂ پاکستان'' کی طرف لوٹنے اور بانیان پاکستان کے ارمانوں اور خوابوں کی سرزمین پاکستان کا اسلام کے عدل اجتماعی کے اُصولوں یا نظام خلافت کی طرف پیش رفت کرنے کو ملک میں ''دہشت گردی'' پھیلنے سے تعبیر کررہے ہیں اور اپنی کمزور حکومت جو امریکی بیساکھیوں پر کھڑی ہے اس کے گرنے کو معاذ اللہ پاکستان کے عدم استحکام سے تعبیر کرکے عوام کو ڈرا رہے ہیں

اور درحقیقت امریکہ کوصدا دے رہے ہیں کہ وہ ابھی یہ خطہ چھوڑ کر نہ جائے اس کی شفقت اور سرپرستی کی انہیں بڑی ضرورت ہے۔

مغربی امریکی عالمی استعمار کے اس دباؤ میں کمی کی ایک وجہ اس باطل مغربی نظام اور بے بنیاد تہذیب (جولبرل ازم، بے حیائی، عوام کی حاکمیت اور لوٹ کھسوٹ کے تصورات پر قائم ہے) کے زوال کے واضح آثار کا نمایاں ہونا بھی ہے اور امریکی سرمایہ دارانہ نظام (جوسود پر مبنی ہے) کی واضح شکست وریخت جو گذشتہ کئی سالوں سے اخبارات ورسائل میں آرہی تھی اب گذشتہ چند ہفتوں کی امریکی سیاسی پارٹیوں کی باہمی کشاکش اور مخالفت سے ظاہر ہوگئی ہے کہ امریکہ 15000 ارب ڈالر (یعنی 12,60,0,00 ارب روپے یا بارہ ہزار چھ سو کھرب روپے) کا عالمی سطح پر مقروض ہے اور ابھی مزید اس میں 15-20 فیصد کا اضافی وزن آنے والا ہے۔ اس ساری بحث میں امریکی بالادستی کا بھرم ختم ہوگیا اور امریکی معیشت کی صورت حال پاکستانی معیشت سے 100 گناہ زیادہ خراب نظر آرہی ہے۔ بقول شاعر

ے قرض کی پیتے تھے ے اور سمجھتے تھے کہ ہاں
رنگ لائے گی ہماری فاقہ مستی ایک دن

قرضوں کی اس سودی معیشت نے ساری دنیا کی معیشت اور بالخصوص امریکی معیشت کی بنیادیں ہلادیں ہیں اور تقریباً 80 سال بعد علامہ اقبال کی دلی خواہش پوری ہونے کا وقت آرہا ہے

ے کب ڈوبے کا سرمایہ پرستی کا سفینہ   دنیا ہے تیری منتظر، اے روزِ مکافات
اور ے یہ تہذیب اپنے خنجر سے آپ خودکشی کرے گی
جو شاخ نازک پہ آشیانہ بنے گا ناپائیدار ہوگا

پاکستان کے سیاسی حالات کا یہ منظر نامہ ایک طرف امریکی نمک خواروں کے لیے سخت امتحان کا ہے۔ یہ طبقہ اشرافیہ جس نے سالہا سال سے امریکی مراعات سے فائدہ اٹھایا ہے اور امریکی سرپرستی میں پاکستان کے عوام کو دونوں ہاتھوں سے لوٹا ہے ــــــــــ اب امریکی زوال کے موقع پر اس طبقہ کے لئے زندگی رموت کا مسئلہ کھڑا ہوگیا ہے اور اس طبقہ کو اب اپنی موت نظر آرہی ہے۔ حقیقت کے اعتبار سے دیکھا جائے تو ــــــــــ امریکی نمک خواروں کو اس موقع پر

اپنا حق 'نمک' ادا کرنا چاہیے اور نمک حلال کرنا چاہیے اور امریکی مفادات کے تحفظ کے لیے قربانی دینی چاہیے اپنی لوٹی ہوئی رقم میدان میں لا کر اپنے مفادات اور امریکی ساکھ کو بچانے کی کوشش کرنی چاہیے۔ مگر ـــــــــ تاریخ گواہ ہے کہ اس طرح کا غیر ملکی نمک خوار طبقہ ہمیشہ مفادات کا غلام ہوتا ہے یعنی

جعفر از بنگال و صادق از دکن ننگ دنیا، ننگ دین، ننگ وطن

اور کسی قسم کی قربانی اور اصولی موقف اختیار کرنا اس کے خمیر میں ہی نہیں ہوتا۔

دوسری طرف ـــــــــ یہی موقع ملک وملت کے بہی خواہوں اور دین و ایمان کے قدردانوں کے لئے بڑا اہم ہے ـــــــــ یہ لوگ ملکی نمک کھا کر جوان ہوئے ہیں (اور غیر ملکی نمک کا کوئی حق یا احسان ان پر نہیں ہے) اب موقع ہے کہ یہ لوگ بھی ملک کا نمک کھانے کا حق ادا کریں اور ملک عزیز پاکستان ـــــــــ جو علامہ اقبال اور قائداعظم کے خوابوں کی سرزمین ہے، جو 'خلافت' کے قیام اور ایک خالص جدید فلاحی جمہوری اسلامی مملکت کے قیام کے لئے حاصل کیا گیا تھا ـــــــــ کی بقا اور استحکام کی خاطر سامنے آئیں، قربانیاں دیں، تحریک پاکستان کے سے جذبے کو زندہ کریں اور پاکستان کو دوبارہ چھ عشروں بعد اپنے قیام کے مقصد کی شاہراہ پر ڈال دیں ـــــــــ تاکہ برطانوی ہند کے مسلمانوں کی دوسوسالہ جدوجہد کا حاصل یہ خطہ ـــــــــ جو پاک سرزمین ہے اور مجدد الف ثانی رحمہ اللہ سے لیکر شیخ الاسلام شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ تک اور سرسید سے لے کر علامہ اقبال اور قائداعظم تک کی لازوال اور انتھک محنت کا ثمر ہے اور جس کے لیے مسلمان عوام نے کروڑوں جانوں، عصمتوں، گھربار، عزت آبرو کا نذرانہ پیش کیا تھا کہ یہاں اسلام کا نظام ـــــــــ 'نظامِ مصطفیٰ ﷺ' قائم ہو جائے اور دور حاضر میں اسلام کے عادلانہ نظام کا نقشہ دنیا کو دکھایا جا سکے۔

آئیے ـــــــــ ہم سب اپنے وطنی، ملکی، ملّی اور دینی فرائض کی مخلصانہ ادائیگی کے لیے کمر بستہ ہو جائیں اور ایک دفعہ پھر ـــــــــ امریکہ اور اس کے نمک خوار مفاد پرست طبقہ سے پاکستان کو آزاد کرا کر ـــــــــ ''لے کر رہیں گے پاکستان'' اور ''پاکستان کا مطلب کیا؟ لا الٰہ الا اللہ'' کا نعرہ لگاتے ہوئے پاکستان کو دور حاضر کی ایک

''جدید اسلامی جمہوری فلاحی مملکت''

بنانے کا خواب پورا کر دکھائیں ـــــــ یہی اس ملک پاکستان کے قیام کا مقصد ہے اور یہی ہمارا دینی تقاضا ہے اور یہی حضرت محمد ﷺ کی بعثت کا مقصد اور ختم نبوت کی شان...... کہ کل روئے ارضی پر قربِ قیامت میں اسلام کے دوبارہ غالب ہونے کے اس عظیم ترین آسمانی مشن کی تکمیل کی خاطر اس جانب پیش رفت کا آغاز ہو جائے۔ یہ پاک سرزمین یقیناً ـــــــ انہی آرزوؤں اور امنگوں کے پایۂ تکمیل کو پہنچنے اور ہمارے مسلم آباءواجداد کے اسلامی غلبے کے خوابوں کی تعبیر ہے ـــــــ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے وہ ہمیں اس عظیم مشن کی خاطر قربانیوں کی توفیق دے اور اس میں ہمارا مددگار رہو آمین۔

اللہ تعالیٰ نے یہ ملک عزیز ہمیں 27 ر رمضان المبارک برکتوں والی رات لیلۃ القدر میں عطا فرمایا تھا۔ یہ لیلۃ القدر نزولِ قرآن کی بھی رات ہے یوں رب کائنات نے پاکستان اور قرآن کا تعلق آسمانوں پر جوڑ دیا تھا۔ کاش یہ تعلق زمینی حقائق کے اعتبار سے بھی جڑ جائے اور ہم مسلمانانِ پاکستان اللہ تعالیٰ سے کئے ہوئے وعدوں میں سرخرو ہو سکیں۔

روزہ میرے لئے ہے......!

مولانا عبدالحمید تونسوی صاحب☆

احادیث مبارکہ میں روزہ کے بے شمار فضائل وفوائد مذکور ہیں مگر ایک حدیث قدسی "اَلصَّوْمُ لِیْ وَ اَنَا اَجْزِیْ بِہٖ" کی تحقیق ووضاحت کرنا مقصود ہے۔

فائدہ: قرآن مجید کلام اللہ ہے جس کے کلمات اللہ تعالیٰ کے ہیں۔حدیث کے معانی واحکام تو خدا تعالیٰ کے ہیں مگر الفاظ وکلمات حضور اکرم ﷺ کے ہیں۔حدیث قدسی وہ ہے جس کی نسبت نبی کریم ﷺ اللہ تعالیٰ کی طرف کردیں۔مگر حدیث نبوی ﷺ میں بات کی نسبت خدا کی طرف نہیں ہوتی۔حدیث قدسی توقیفی (منزل من اللہ) ہوتی ہے جبکہ حدیث نبوی ﷺ غیر توقیفی ہوتی ہے۔

حدیث قدسی

عن ابی هريرة رضی اللہ عنہ قال سمعت رسول الله ﷺ يقول: قال الله تعالیٰ كلّ عملِ ابن ادم لهٗ اِلَّا الصيام هو لی و انا اجزی به، فو الذی نفس محمد بيدهٖ لخلوف فم الصائم اطيب عند الله من ريح المسك

(صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب فضل الصوم ص363۔ بخاری کتاب الصوم باب فضل الصوم)

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ فرمان سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ آدمی کا ہر عمل اس کے لئے ہے سوائے روزے کے کہ وہ (بندہ کی طرف سے) خاص میرے لئے (تحفہ) ہے اور میں ہی اس کا بدلہ

عطا کروں گا۔ اور قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں محمد ﷺ کی جان ہے روزہ دار کے منہ کی بو اللہ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے بھی زیادہ پسندیدہ ہے‘‘

تشریح:

اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے روزے کو اپنے لئے مخصوص کیا ہے تشریح طلب بات یہ ہے کہ جب تمام عبادات اللہ ہی کے لئے ہیں تو پھر روزہ کو کن وجوہات کے پیش نظر اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے خاص کیا ہے؟ اس کے بارے میں حضرات محدثین ومفسرین کے اقوال کوملحوظ خاطر رکھنا ضروری ہے جن سے اس راز کے کھلنے میں مدد مل سکے گی۔

1۔ شارح مسلم، امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ ”انا اجزی بہٖ“ کے معنی کی تعیین میں علماء نے مختلف باتیں کہی ہیں کہ جب تمام عبادات اللہ تعالیٰ کے لئے ہی ہیں تو اس ایک کو خدا کے لئے مخصوص کرنے کا کیا معنی؟

فقیل سبب اضافتہٖ الی اللّٰہ تعالٰی انہ لم یعبد احد غیر اللہ تعالٰی بہ فلم یعظم الکفار فی عصر من الاعصار معبودًا لھم بالصیام فان کانوا یعظمونہ بصلٰوۃ والسجود و الصدقۃ و الذکر و غیر ذالک۔ لان الصوم بعید من الریاء لخفائہٖ بخلاف الصلوۃ والسجدۃ و الصدقۃ و غیرھا من العبادات الظاھرۃ (شرح صحیح مسلم للنوویؒ، کتاب الصیام، فصل الصیام ج 1 ص 363)

’’پس روزہ کی اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہونے کی علت یہ ہے کہ روزہ کبھی بھی غیر اللہ کی عبادت کے لئے نہیں رکھا گیا۔ کیونکہ کفار ومشرکین نے کسی دور میں بھی اپنے کسی معبود کی تعظیم روزے کے ساتھ نہیں کی، اگرچہ وہ نماز، سجدہ، صدقہ اور ذکر وغیرہ کی بعض صورتوں کے ساتھ اپنے معبودانِ باطلہ کی تعظیم وعبادت کیا کرتے تھے۔ دراصل روزہ اپنی پوشیدگی کی وجہ سے ریا سے بعید ہے، بخلاف دوسری ظاہری عبادات کے مثلاً نماز، صدقہ، حج اور جہاد وغیرہ۔‘‘

2۔ فقیل لانہ لیس للصائم و نفسہ فیہ حظ قالہ الخطابی۔

’’امام خطابیؒ فرماتے ہیں کہ روزے کی اس خصوصیت اورنسبت کی وجہ یہ ہے کہ روزہ دار کو روزہ میں کوئی نفسیاتی فائدہ حاصل نہیں ہوتا (اس لئے یہ خدا کے لئے مخصوص ہے)‘‘

3۔ و قیل لان الاستغناء عن الطعام من صفات اللّٰہ تعالیٰ فتقرب الصائم مما یتعلق بھٰذا الصفة و ان کانت صفات الله تعالیٰ لایشبهها شیءٌ

''اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ کھانے پینے سے مستغنی ہونا اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ہے پس روزہ اگرچہ اللہ کریم کی اس صفت سے متشابہ تو نہیں ہوسکتا لیکن روزہ دار اس سے ایک گونہ اپنے اندر یہ خلق پیدا کر کے مقرب الٰہی بن جاتا ہے۔''

4۔ و قیل ھی اضافة تشریفہٖ کقولہٖ تعالیٰ "ناقة اللّٰہ" مع ان العالم کله لِله تعالیٰ

''بعض حضرات نے یہ کہا ہے کہ یہ محض تشریف و تکریم کے لیے کہا گیا ہے جیسے حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کو ''ناقۃ اللہ'' فرمایا گیا حالانکہ سارا عالم اللہ تعالیٰ ہی کا ہے''

5۔ علامہ بدرالدین عینیؒ نقل کرتے ہیں کہ "وقیل وجه ذالك ان جمیع العبادات توفی منها مظالم العباد اِلّا الصیام"۔ (عمدۃ القاری شرح بخاری للعینی، کتاب الصوم باب فضل الصوم ج1 ص26)

''روزے کی تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ (میدانِ حشر میں) باقی تمام عبادات سے حقوق العباد کی کوتاہیوں کی تلافی ہوگی لیکن روزہ اس مقصد کے لئے خرچ نہیں کیا جائے گا۔''

اس بارے میں اُنہوں نے ایک روایت بھی نقل کی ہے:

> عن ابی عیینة قال اذا کان یوم القیامة یحاسب الله عبده و یودی ما علیه من المظالم عن عملہٖ حتیٰ لا یبقی له اِلّا الصوم فیتحمل الله ما بقی علیه من المظالم و یدخله بالصوم الجنة۔ (رواه البیهقی)
>
> ''جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ تعالیٰ اپنے بندے کا حساب و کتاب لے گا اور اس کے ذمہ جو کچھ حقوق العباد میں سے باقی ہوگا اسے اس کے نیک اعمال میں سے ادا کیا جائے گا یہاں تک کہ اس کے پاس سوائے روزہ کے کوئی نیک عمل باقی نہیں رہے گا تو اللہ تعالیٰ اس سے باقی تمام حقوق العباد اُٹھالیں گے اور اسے روزہ کی وجہ سے جنت میں داخل فرمادیں گے۔'' (سبحان اللہ العظیم)

6۔ و قیل هی الصوم لا یظهر فتکتبه الحفظة کما لاتکتب سائر الاعمال القلوب۔ (عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری للعینیؒ، کتاب الصوم ج1 ص26)

''اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ (روزے کو خدا تعالیٰ نے اس وجہ سے مخصوص کیا ہے) روزہ ظاہر نہیں ہوتا کہ اسے ملائکہ لکھ سکیں یعنی جس طرح دل کے دوسرے تمام اعمال ملائکہ کی کتابت کے احاطہ میں نہیں آتے، یہ بھی ان کے احاطہ میں نہیں آتا۔''

اس لئے علامہ عینی فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرے سوا کوئی اور دوسرا اس کا بدلہ نہیں دے گا بخلاف دیگر اعمال کے کہ ان کا بدلہ ملائکہ کے سپرد کیا جائے گا۔ (ایضاً)

7۔ علامہ عینیؒ نے ایک قول یہ بھی نقل کیا ہے:

ای اجازی بہ علیه جزاء کثیراً من غیر تعیین لمقدارہٖ و هذا کقولهٖ (انما یوفی الصابرون اجرهم بغیر حساب) والصابرون الصائمون فی اکثر الاقوال۔ (عمدۃ القاری للعینیؒ ج10 ص259)

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں اس بندے کو مقدار کی تعیین کیے بغیر بہت زیادہ بدلہ دوں گا اور یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ ارشادِ خداوندی ہے ''صبر کرنے والوں کو بغیر حساب کے اجر دیا جائے گا۔'' اور اکثر حضرات کا قول یہ ہے کہ آیت میں صابرون سے صائمون مراد ہیں۔

8۔ امام ابو عبداللہ قرطبیؒ رقمطراز ہیں کہ:

''اللہ تعالیٰ نے روزے کو دو چیزوں کی وجہ سے اپنے لئے خاص کیا ہے

(الف) "احدها ان الصوم یمنع من ملاذ النفس و شهو اتها مالا یمنع منه سائر العبادات" صرف روزہ ہی نفس کو لذات اور شہوات سے منع کرتا ہے جبکہ دوسری عبادات منع نہیں کرتیں (مثلاً نماز و ذکر وغیرہ تھوڑی دیر کے لئے کھانے پینے اور خواہشاتِ نفسانی سے باز رکھتے ہیں اس کے بعد نمازی آزاد ہوتا ہے کہ کھائے پیئے اور اختلاط کرے، مگر روزہ دن بھر ان تمام اُمور سے روکے رکھتا ہے)

(ب) الثانی ان الصوم سرٌ بین العبد و بین ربه لا یظهر الا له فذالك صار

مختصا بہ ماسواہ من العبادات الظاھرہ ربما فعلہ تصنعًا و ریاء فلھذا صار اخص بالصوم من غیرہٖ۔ (الجامع لا حکام القرآن للقرطبی ص 273، دارالکتب المصر المصریۃ 1387ھ)

روزہ بندہ اوراس کے رب کے درمیان ایک خفیہ راز ہے جوصرف اللہ ہی کومعلوم ہے پس اس وجہ سے روزہ مخصوص ہوا ہے اور روزے کے علاوہ جو دوسری عبادات ہیں وہ ظاہر ہیں اور بسا اوقات انہیں بطورتصنع وریا اور نام ونمود کے لئے بجالایا جاتا ہے، اسی وجہ سے روزہ دوسری عبادات کے مقابلے میں مخصوص ہوا ہے۔

9۔ امام ابوعبیدالقاسم الہروی رقمطراز ہیں کہ:

روزے کی تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ یہ ایک ایسا عمل ہے جوانسان سے زبان کے ذریعے ظاہرنہیں ہوتا یہ دل کے ذریعےنیت اورارادہ کرنے کا نام ہےاور کھانے پینے اور جماع کرنے سے رکنے کا نام ہے (یعنی یہ کرنے کا کام نہیں بلکہ نہ کرنے اور رُکنے کا نام ہے) اس لئے اس کا ثواب صرف اللہ تعالیٰ ہی دیتا ہے۔(غریب الحدیث الہروی ص324،دائرۃ المعارف العثمانیہ،حیدرآباد1976ء)

امام غزالیؒ اور شاہ ولی اللہؒ کی توجیہات

دیگر اعمال کی نسبت روزہ کی ایک بڑی فضیلت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی نسبت اپنی طرف فرمائی ہےاور فرمایا"الصوم لی و انا اجزی بہ" اگرچہ تمام عبادتیں اس معبود برحق کے لئے ہی ہیں لیکن یہ تخصیص ایسی ہے کہ جیسے تمام مساجد کے مقابلے میں کعبہ شریف کی نسبت اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف کی ہے۔روزہ کی دوخاصیتیں ہیں جن کی وجہ سے یہ عمل جنابِ صمدیت کی طرف منسوب ہونے کے لائق ہوا،ایک تو یہ کہ اس کی حقیقت شہواتِ نفسانی کا ترک کرنا ہےاور یہ باطنی معاملہ کرنا ہے،لوگوں کی نظر سے پوشیدہ اور ریا سے خالی ہے۔ دوسری خاصیت یہ ہے کہ شیطان......اللہ تعالیٰ کا دشمن اور نافرمان ہےاورشہوات حقیقت میں ابلیس لعین کالشکر ہیں اور روزہ اس لشکر کوشکست دیتا ہے اس واسطے کہ روزہ کی حقیقت ہی شہوات کا ترک کرنا ہے اس لئے آنحضرت ﷺ نے ارشادفرمایا کہ شیطان انسان کی رگوں میں اس طرح دوڑتا ہے جیسے اس کے بدن میں خون دوڑتا ہے پس بھوک سے اس کی راہ تنگ کردو۔

مزید لکھتے ہیں کہ ”گناہوں پر جو چیز اُبھارتی ہے وہ انسان کے اندر حیوانی تقاضے اور نفس امارہ کی وجودیت ہے، روزہ سے یہ شیطانی قوت جلتی ہے مزید یہ کہ انسان کے جسم میں شیطانی کوششوں کی کامیابی کا راستہ شہوت انسانی ہی ہے اور ان کو تقویت کھانے پینے سے ہوتی ہے۔حضرت شاہ ولی اللہؒ اس حوالے سے فرماتے ہیں کہ ”لان الشیطان لا یؤمر الا فی من استعدت نفسه الاثر“ یعنی شیطانی کوشش اس شخص کے اندر اثر انداز ہوتی ہے جس کا نفس پہلے سے اس کے لئے تیار ہو چکا ہو لہٰذا روزہ سے مقصود اس نفس کو قابو کرنا ہے اور انسانی وجوہ کے اندر ملکوتی صفات کو بہیمی کدورات پر غالب کرنا ہے یا اعتدال پر لانا ہے تا کہ انسان تجلیاتِ ربانی کا متحمل ہو سکے۔

خلاصۃ الحدیث

مذکورہ بالا تمام اقوال کی روشنی میں ہم اس نتیجے تک پہنچے ہیں کہ مندرجہ ذیل صفات کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے روزے کو اپنی جانب منسوب کر کے اسے مخصوص کیا ہے:

1۔ دیگر اعمال میں ریا کا احتمال ہو سکتا ہے مگر روزہ میں ایسا ممکن نہیں۔

2۔ روزہ کا اجر بے حد و بے حساب ہے جو خدا کے علاوہ کوئی نہیں جانتا حتیٰ کہ فرشتے بھی معلوم نہیں کر سکتے۔

3۔ روزہ اللہ تعالیٰ کو تمام عبادات سے زیادہ محبوب ہے۔

4۔ اضافت تشریف و تکریم کے لئے ہے جیسا کہ بیت اللہ، ناقۃ اللہ میں ہے۔

5۔ روزہ سے انسان خالق کی صفات سے تعلق پیدا کر لیتا ہے کیونکہ کھانے پینے کی حاجت سے بے نیازی، خالق کی صفات میں سے ہے۔

6۔ روزہ دار اپنے اندر ملائکہ کی صفات پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

7۔ بندۂ کے لئے روزہ میں کوئی حظ نفسانی نہیں ہے اسی لئے یہ خالص اللہ تعالیٰ کیلئے ہے۔

8۔ روزہ کے ساتھ کسی زمانے میں غیر اللہ کی عبادت نہیں کی گئی اس لئے یہ خدا تعالیٰ کو زیادہ محبوب ہے۔

9۔ دیگر عبادات و اعمال سے تو حقوق العباد کی کوتاہیوں کی تلافی ہو گی لیکن روزہ اس مقصد

کے لئے میدانِ حشر میں خرچ نہیں کیا جائے گا۔

10۔ روزہ تجلیات ربانی کا متحمل بناتا ہے اس سے بہیمی وشہوانی قوتیں ٹوٹتی ہیں اور ملکوتی صفات غالب آجاتی ہیں۔(تلك عشرةٌ كاملة)

فائدہ: شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ:

بعض مشائخ سے منقول ہے کہ یہ لفظ "اُجزیٰ بِہٖ" (بصیغہ مجہول) ہے یعنی یہ کہ اس کے بدلہ میں میں خود اپنے کو دیتا ہوں اور محبوب کے ملنے سے زیادہ اونچا بدلہ اور کیا ہوسکتا ہے؟

(فضائل رمضان ص 14، فصل اول۔ کتب خانہ فیضی لاہور)

حضرت مولانا دریا آبادیؒ نے بھی اسی معنی کے لحاظ سے روزہ کی اہمیت کو اجاگر کر کے لوگوں کو دعوت فکر دی ہے۔

مولانا عبدالماجد دریا آبادیؒ کی دعوت فکر

مولانا عبدالماجد دریا آبادیؒ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ:

"حدیث قدسی کے الفاظ یاد کیجئے:"الصوم لی و انا اجزی به" روزہ میرے لئے اور اس کا اجر خود میں ہوں، حوریں نہیں، جنت کے قصر و محل نہیں، کوئی اور نعمت نہیں جسے مادی عقل سمجھ سکے، بلکہ میں خود اس کا اجر ہوں، یہ کون کس سے کہہ رہا ہے؟ آفتاب ذرہ سے نہیں، مخدوم خادم سے نہیں، شاہ گدا سے نہیں بلکہ خالق، مخلوق سے، معبود عابد سے، خدا بندہ سے۔ کیا زمینوں اور آسمانوں کی ساری نعمتیں، ساری برکتیں، ساری بادشاہتیں مل کر بھی اس ایک اجر کے سامنے پیش کی جاسکتی ہیں؟ کیسی دردناک نادانی ہوگی کہ اتنے ارزاں سودے کو بھی اپنی غفلت و بے پرواہی کی نذر کر دیا جائے۔" (تفسیر ماجدی، دوسرا پارہ)

دُعا ہے کہ اللہ کریم ہماری اصلاح فرمائے کہ ہمیں اپنے احکام کی پابندی اور ان کے ثمرات وفوائد سے دنیا و آخرت سے بہرہ ور فرمائیں۔ آمین

(ماخوذ از 'ماہنامہ الفاروقیہ' شجاع آباد، جولائی 2011ء)

اَلصَّوۡمُ لِیۡ وَ اَنَا اَجۡزِیۡ بِہٖ

روزہ میرے لیے ہے اور اس کا بدلہ میں خود دوں گا

محصور و مجبور سپر پاور

جنرل (ر) مرزا اسلم بیگ صاحب ☆

7 اکتوبر 2001ء کو جب امریکی صدر جارج بش نے طالبان کے خلاف صلیبی جنگ کا آغاز کیا تھا تو انہیں پورا یقین تھا کہ وہ اندھی طاقت کے بل بوتے پر ظلم و بربریت کا بازار گرم کر کے طالبان کو بہت جلد نیست و نابود کر کے افغانستان پر اپنا تسلط قائم کر لیں گے لیکن انہیں اپنے مقاصد میں ذلت آمیز ناکامی اٹھانا پڑی اور طالبان اس ظالمانہ جنگ میں کامیاب و کامران ہوئے ہیں جو شکست خوردہ طاقتوں کو اس وقت تک کسی قسم کی رعایت دینے کے حق میں نہیں ہیں جب تک کہ قابض فوجیں افغانستان سے نکل نہیں جاتیں۔ معمولی ہتھیاروں سے لیس طالبان کے ہاتھوں شرمناک شکست اٹھانا دنیا کی اکلوتی سپر پاور کے لئے ذلت و رسوائی کا باعث ہے۔ کھلے دل سے شکست تسلیم کرنے کے بجائے امریکہ نے نیٹو ہیڈ کوارٹر برسلز کے تذویراتی منصوبہ ساز ادارے کے تیار کردہ منصوبے پر عمل درآمد کا فیصلہ کیا ہے جسے Strategy of Siege کا نام دینا مناسب ہوگا۔ یہ حکمت عملی فریب اور جعلسازی کا ملغوبہ ہے اور شکست پر پردہ ڈالنے کی خاطر بڑے شاطرانہ انداز میں دہشت گردی کے خلاف جنگ کے نام سے اس پر کام شروع ہو چکا ہے۔

اس منصوبے کے تحت 2012ء کے آخر تک زیادہ تر فوجوں کو افغانستان سے واپس بلا لیا جائے گا اور سپیشل فورسز اور میرینز پر مشتمل تقریباً دس سے بارہ ہزار کے لگ بھگ فوجیوں کو کابل؛

☆ سابق چیف آف آرمی سٹاف پاکستان

قندھار، ہرات اور نزدیک کے فضائی مراکز' مثلاً خواجہ رواث' قندھار اور شندند کی قلعہ بندی کرکے امریکی تسلط قائم رکھنے کی کوشش ہوگی۔ جلال آباد کو افغان فوج اپنے قلعے کے طور پر مضبوط کرے گی جبکہ مزار شریف اور دیہہ دادی کے فضائی اڈے کا انتظام شمالی اتحاد کے حوالے کیا جائے گا تاکہ وسط ایشیائی علاقوں سے سپلائی کے متبادل راستے کی نگرانی کی جاسکے کیونکہ پاکستان کے راستے سپلائی کیلئے محفوظ نہیں ہیں۔ اس طرح شمالی سرحدی علاقے شمالی اتحاد کی تحویل میں دیئے جائیں گے اور جنوب میں صوبہ ہلمند سے لے کر صوبہ لغمان کا علاقہ طالبان کے کنٹرول میں ہوگا۔ اس سازش کے تحت افغانستان کو تین حصوں میں تقسیم کرنا مقصود ہے۔

امریکہ کا دعوی ہے کہ افغانستان کیلئے چالیس فیصد تک سپلائی وسطی ایشیائی علاقوں کی گذرگاہوں کے ذریعے ہورہی ہیں، جو صحیح نہیں ہے کیونکہ وسطی ایشیائی علاقوں سے اس قدر سپلائی ممکن نہیں۔ یہ ایک طویل اور خطرناک راستہ ہے (جیسا کہ مضمون کے آخر میں دیے گئے نقشے میں ظاہر کیا گیا ہے)۔ روس بھی یہ نہیں چاہے گا کہ اس کے قرب و جوار کے ممالک بنیاد پرست اور عسکریت پسند تنظیموں کی کاروائیوں کے مراکز بن جائیں اور ازبکستان کی تحریک اسلامی جیسی تنظیمیں، اس راستے سے امریکی فوجوں کی سپلائی کے خلاف متحرک ہوکر پورے علاقے کے امن وامان کو خراب کردیں۔

مجوزہ قلعہ بند دفاعی امریکی حکمت عملی دراصل' پوشیدہ جنگ کی ایک قسم ہے''جس میں مسلح ڈرونز اور سپیشل فورسز کے ذریعے دہشت گردوں کے خلاف سرجیکل آپریشن جاری رکھے جائیں گے۔'' واشنگٹن نے ڈرونز حملوں کا دائرہ یمن اور صومالیہ تک پہلے ہی بڑھا دیا ہے۔ القائدہ کے محفوظ ٹھکانوں کو تباہ کرنے کے حوالے سے پاکستان اس قسم کے آپریشن کا خصوصی ہدف بنے گا پاکستان اور طالبان اس سازش کے جواب میں کیا حکمت عملی مرتب کرتے ہیں اس کا تجزیہ ضروری ہے۔

پاکستان کے خلاف آپریشن کے سبب پاک امریکہ تعلقات پہلے ہی خطرناک حدود پر پہنچ چکے ہیں۔ عوامی دباؤ کے سبب پاکستانی فوج کے پاس اس کے علاوہ کوئی چارہ نہیں کہ وہ ملکی سالمیت کے خلاف اس قسم کی جارحانہ سرحدی خلاف ورزیوں کا منہ توڑ جواب دے۔ رہا یہ سوال کہ کس قسم کی جوابی کاروائی کی جانی چاہیئے تو اس کا فیصلہ اعلی قیادت کی صوابدید پر منحصر ہے۔ اس قسم کی خفیہ کاروائیوں کی تذویراتی قیمت امریکہ کو ہی چکانا پڑے گی جس کے پاک امریکہ تعلقات پر

گہرے اثرات پڑیں گے جو دونوں ممالک کے لئے خطرناک ہوں گے۔

اس سال موسم گرما شروع ہوتے ہی طالبان نے قابض فوجوں کے خلاف اپنی کاروائیوں میں شدت پیدا کر رکھی ہے جس سے قابض فوجوں کو بھاری جانی نقصان کے ساتھ ساتھ پسپائی بھی اختیار کرنا پڑی ہے۔ آئندہ سال کے آخر تک جب امریکی فوجیں قلعہ بند ہو جائیں گی تو طالبان کو نقل و حرکت کی مکمل آزادی حاصل ہوگی جس سے وہ زیادہ موثر طریقوں سے قلعہ بند فوجوں کے خلاف کاروائیاں کر سکیں گے۔ 'جانثار مجاہدین اور میزائیل کی طاقت' (Men and Missile) جسے 2006ء میں حزب اللہ نے کامیاب ہتھیار کے طور پر استعمال کر کے اسرائیل کے ناقابل شکست ہونے کے غرور کو خاک میں ملایا تھا' طالبان بھی اس حکمت عملی سے فائدہ اٹھا کر محصور فوجوں کے حوصلے پست کرتے رہیں گے کیونکہ طالبان کو نقل و حرکت کی مکمل آزادی حاصل ہوگی جس کی وجہ سے وہ اپنی مرضی کے مطابق آزادانہ کاروائیاں کر سکیں گے۔

موجودہ حالات میں قلعہ بند دفاعی حکمت عملی ہرگز موزوں نہیں ہے کیونکہ قلعہ بند فوجوں کو اندرون ملک بھی مشکل حالات کا سامنا ہوگا اور بیرون ملک' خصوصاً پاکستان اور ایران کی جانب سے بھی کسی اچھائی کی امید نہیں ہے جبکہ روس اور چین بھی نہیں چاہتے کہ امریکہ افغانستان میں اپنا قیام طویل کرے۔ لہٰذا جس قدر جلدی وہ افغانستان سے نکلیں گے اتنا ہی خطے میں قیام امن کیلئے بہتر ہوگا۔ اس کے علاوہ امریکہ پر بیرونی دنیا کا دباؤ ہوگا اور طالبان کو باہر سے امداد ملے گی جس سے قلعہ بند فوجوں کے مسائل میں بے پناہ اضافہ ہوگا اور شکست ان کا مقدر بنے گی۔

افغانستان سے امریکہ کے انخلاء کے بعد افغانستان کا نظم و نسق یقیناً طالبان ہی کو سنبھالنا پڑے گا کیونکہ وہی کامیاب اور بڑی طاقت ہیں۔ انہیں امریکہ کی جانب سے 1990ء سے تا حال کی جانے والی وعدہ خلافیوں اور بے وفائیوں کا بہت تلخ تجربہ ہے اور اب وہ ان پر قطعاً اعتماد نہیں کرتے۔ لہٰذا اب وہ صرف اپنے آپ پر بھروسہ کرتے ہوئے افغانستان میں ایک وسیع البنیاد حکومت قائم کرنے کی پوری صلاحیت رکھتے ہیں جو ملک میں قیام امن کا واحد راستہ ہے۔

امریکہ کو چاہیے کہ بجائے اس کے کہ وہ اپنے مسائل میں مزید اضافہ کرے' جس قدر جلد ممکن ہو افغانستان سے نکل جائے۔ یہی اس کے حق میں بہتر ہوگا کیونکہ قلعہ بند ہو کر دفاع

کرنے کی حکمت عملی امریکہ جیسی سپر پاور کو زیب نہیں دیتی۔اس کے علاوہ تزویراتی حالات بھی ایسے ہیں کہ ہر طرف سے منفی اثرات مرتب ہوں گے اور یہ حکمت عملی نافذ ہونے سے پہلے ہی ناکام ہو جائے گی۔

خودی اور تخلیق

(حصہ دوم)

ڈاکٹر محمد رفیع الدین

کی کتاب ’حکمت اقبال‘ سے ایک باب

تخلیق سے روگردانی کفر ہے

انسان جب بھی نیکی اختیار کرتا ہے اور بدی ترک کرتا ہے تو خدا کے مقصد کی تائید کرتا ہے اور خدا کی تخلیق میں شریک ہوتا ہے اگر وہ خدا کی تخلیق میں شریک نہ ہو تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس نے بدی کو اختیار کر لیا ہے اور نیکی کو ترک کر دیا ہے اور وہ خدا کے تصور حسن اور مقصد تخلیق کا مخالف ہے ایسے شخص کو اگر کافر یا زندیق کہا جائے تو بالکل بجا ہے:

ہر کہ او را لذت تخلیق نیست　　　پیش ما جز کافر و زندیق نیست

لوح محفوظ اور تقدیر

جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا ہے کائنات کی شعوری یا ذہنی حالت میں جسے قرآن حکیم نے لوح محفوظ یا اُمّ الکتاب یا کتاب مبین یا کتاب محفوظ کہا ہے، تخلیق کے امکانات کے تمام سلسلے موجود ہوتے ہیں اور ہر سلسلہ امکانات آزادانہ طور پر ظہور پذیر ہو کر رد یا قبول کئے جانے کے لئے مہیا ہوتا ہے۔ تاہم ان میں سے صرف ایک سلسلہ امکانات ایسا ہوتا ہے جو خدا کے مقصد سے پوری پوری مطابقت رکھتا ہے اور قبول ہونے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ اسی حقیقت کی روشنی میں یہ بات سمجھ میں آجاتی ہے کہ تخلیق کے آزاد ہونے کے باوجود کیوں قرآن نے فرمایا ہے کہ کوئی خشک یا تر چیز لوح محفوظ سے باہر نہیں　لَا رَطۡبٍ وَّ لَا يَابِسٍ اِلَّا فِىۡ كِتٰبٍ مُّبِيۡنٍ O (59:06)

اور ایک حدیث میں ہے کہ جو کچھ ہونے والا ہے وہ لکھا گیا ہے اور اسے لکھنے کے بعد قلم خشک ہو گیا ہے کہ اس سے اور کچھ لکھا نہیں جا سکتا "جفّ القلم بما ھو کائن" ۔ کائنات کی اسی شعوری حالت کو اقبال زمان خالص کہتا ہے اسی زمان خالص کو قرآن حکیم نے تقدیر کا نام بھی دیا ہے۔

اقبال لکھتا ہے:

"زمان خالص جیسا کہ ہمارے شعوری تجربہ کے گہرے تجزیہ سے آشکار ہے الگ الگ رجعت پذیر واقعات کی ایک لڑی نہیں بلکہ ایک عضوی کل ہے جس میں ماضی پیچھے نہیں رہ جاتا بلکہ حال کے ساتھ رہتا ہے اور اس پر عمل کرتا ہے۔ مستقبل زمان خالص کے لئے ایک طے شدہ حقیقت کے طور پر موجود ہوتا ہے لیکن ان معنوں میں نہیں کہ وہ سامنے پڑا ہوا ہے اور اسے فقط عبور کرنا باقی ہے بلکہ ان معنوں میں کہ وہ اس کی فطرت میں ایک ایسے امکان کی حیثیت سے موجود ہوتا ہے جسے آزادانہ طور پر رد یا قبول کیا جا سکتا ہے۔ جب زمان کو اس طرح سے ایک عضوی کل کی حیثیت سے دیکھا جائے تو اسی کو قرآن حکیم نے تقدیر کا نام دیا ہے اور یہ ایک ایسا لفظ ہے جسے عالم اسلامی کے اندر اور باہر نہایت ہی غلط طور پر سمجھا گیا ہے۔ تقدیر زمان کی وہ حالت ہے جس میں اس کے ممکنات ابھی پردہ خفا سے باہر آئے ہوئے نہیں ہوتے"

قرآن حکیم کا نظریہ تخلیق اور خودی

تخلیق کائنات کے متعلق اقبال کا یہ نظریہ کہ اس کا بنیادی سبب خدا کی صفت محبت کا اظہار ہے، قرآن حکیم کے ارشادات کے مطابق ہے۔ قرآن حکیم کا ارشاد ہے کہ خدا نے کائنات کو بالحق پیدا کیا ہے۔ ایک کھیل کے طور پر پیدا نہیں کیا۔

(1) مَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ مَا بَیْنَہُمَا لٰعِبِیْنَ مَا خَلَقْنٰھُمَا اِلَّا بِالْحَقِّ وَ لٰکِنَّ اَکْثَرَھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ (38:44)

"ہم نے کائنات کو کھیل کے طور پر پیدا نہیں کیا بلکہ ہم نے اسے بالحق پیدا کیا ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے"

(2) خَلَقَ اللّٰہُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ بِالْحَقِّ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً

لِّلۡمُؤۡمِنِیۡنَ (44:29)

''خدا نے کائنات کو بالحق پیدا کیا ہے بے شک اس حقیقت کے اندر اس پر ایمان لانے والوں کے لئے خدا کا ایک نشان ہے''

(3) وَ خَلَقَ اللّٰہُ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضَ بِالۡحَقِّ وَ لِتُجۡزٰی کُلُّ نَفۡسٍۭ بِمَا کَسَبَتۡ وَ ہُمۡ لَا یُظۡلَمُوۡنَ (45:22)

''اور خدا نے کائنات کو بالحق پیدا کیا ہے تا کہ ہر جان کو اس کے عمل کا بدلہ دیا جائے اور ان پر کوئی ظلم نہ کیا جائے گا''

بعض قدیم وجدید مفسرین نے بالحق سے مراد یہ لی ہے کہ کائنات کی تخلیق بے مقصد نہیں بلکہ یہ کسی ''نظام اور قانون'' کسی ''ضبط اور ترتیب'' اور کسی ''حکمت اور مصلحت'' کے مطابق ہے لیکن جب ہم اوپر کی آیات میں سے آیت نمبر ایک کی روشنی میں اس بات پر غور کرتے ہیں کہ قرآن حکیم کے نزدیک بالحق کا جو مفہوم بھی ہے وہ کھیل یا لعب کے برعکس ہے تو صاف ظاہر ہو جاتا ہے کہ بالحق کی یہ تفسیر قرآن حکیم کے مفہوم کو پوری طرح سے ادا نہیں کرتی۔

لعب اور تخلیق میں فرق

کیونکہ اگر ہم کسی کھیل پر مثلاً فٹ بال' کرکٹ یا شطرنج وغیرہ پر غور کریں تو ہمیں نظر آتا ہے کہ ہر کھیل کا بھی ایک مقصد یا نصب العین ہوتا ہے مثلاً فٹ بال کھیلنے والی ٹیم کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ وہ رکاوٹوں کے باوجود زیادہ سے زیادہ گول سے جیتے وعلیٰ ہذا القیاس' اور پھر ہر کھیل کے عمل کے لئے کھیل کے مقصد کے ماتحت اور اس کے تنگ دائرہ کے اندر بھی ایک ''نظام اور قانون'' ایک ''ضبط اور ترتیب'' اور ایک ''حکمت اور مصلحت'' کا وجود ہوتا ہے۔ دراصل ایک کھیل اور سنجیدہ عمل میں فرق یہ نہیں کہ ایک کا مقصد نہیں ہوتا اور دوسرے کا مقصد ہوتا ہے بلکہ دونوں میں فرق یہ ہے کہ کھیل کا مقصد نقلی اور فرضی اور بناوٹی ہوتا ہے جس کا خودی کی فطرت کے سچے تقاضوں کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہوتا اس کے برعکس سنجیدہ عمل کا مقصد خودی کی غیر مبدل فطرت اور اس کے نصب العین کی محبت سے پیدا ہوتا ہے اور خودی کی آرزوئے حسن کی تشفی کرتا ہے۔ 'حق' خدا کے اسمائے حسنیٰ میں سے ایک ہے۔ خدا حق ہے کیونکہ قائم بالذات لازوال اور ثابت اور انمٹ ہے۔

فَذٰلِکُمُ اللّٰهُ رَبُّکُمُ الۡحَقُّ

''یہ اللہ تمہارا پروردگار ہے جو حق ہے''

فَتَعَالَی اللّٰهُ الۡمَلِكُ الۡحَقُّ

''پس بلند ہے اللہ جو بادشاہ ہے برحق''

خدا کی ذات کی مرکزی صفت محبت بھی حق ہے اور اس کے سلسلہ میں اس کے شوؤن اور کوائف کے طور پر اظہار پانے والی جملہ صفات جلال و جمال بھی حق ہیں اسی طرح سے خدا کی محبت اور جملہ صفات جمال وجلال کا مقصود اور مطلوب یعنی خدا کا نصب العین (یا آئندہ زمانہ میں حالت کمال کو پہنچنے والی کائنات یا نوع انسانی) بھی حق ہے کیونکہ وہ خدا کی صفات حقہ سے پیدا ہوتا ہے اور ان کا مرجع اور مظہر ہے۔

اک تو ہے کہ حق ہے اس جہاں میں
باقی ہے فقط نمود سیمیائی

تخلیق بالحق کا مطلب

لہٰذا تخلیق بالحق کا مطلب ہے ایسی تخلیق جو خدا کی صفات حقہ کے اظہار کے لئے عمل میں آئی ہو اور جس میں خدا کی صفات حقہ کا اظہار ہو رہا ہو۔ کائنات کی تخلیق تخلیق بالحق ہے کیونکہ یہ خدا کی صفات کے اظہار کے لئے عمل میں آئی ہے اور اس میں خدا کی صفات جلوہ گر ہیں یہی وجہ ہے کہ قرآن حکیم نے کائنات کی تخلیق بالحق کو خدا کی ہستی اور صفات کا اور نیز اس بات کا کہ خدا پر ایمان لانا ضروری ہے ایک نشان یا ثبوت کیا ہے۔

خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضَ بِالۡحَقِّ اِنَّ فِیۡ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّلۡمُؤۡمِنِیۡنَ (44:29)

''خدا نے کائنات کو بالحق پیدا کیا ہے۔ بے شک اس حقیقت پر ایمان لانے والوں کے لیے اس کے اندر خدا کا ایک نشان یا ثبوت موجود ہے''

تخلیق بالحق میں نشانِ راہ

کائنات کی تخلیق بالحق ایک نشان اس لئے ہے کہ اوّل جو اس پر ایمان لائے گا اسے یہ

بات سمجھ میں آجائے گی کہ اسے حق کی حمایت اور باطل کی مخالفت کرنا ہے ورنہ وہ باطل کے ساتھ خود بھی پس جائے گا۔

دوئم: چونکہ کائنات کی تخلیق تخلیق بالحق ہے وہ خدا کی صفات کی جلوہ گاہ ہے اور لہٰذا خدا کی معرفت کا ذریعہ ہے۔ اگر کائنات کی تخلیق بالحق نہ ہوتی تو اس میں خدا کی مرکزی صفت محبت کا اظہار نہ ہوتا یعنی اس کا مقصد خدا کا کوئی سچا اور محبوب نصب العین نہ ہوتا اور اگر اس میں صفت محبت کا اظہار نہ ہوتا تو اس میں ربوبیت یعنی تدریجی تربیت اور تکمیل بھی نہ ہوتی اور چونکہ خدا کی تمام صفات ربوبیت کے عمل میں اظہار پاتی ہیں لہٰذا اس صورت میں کائنات کے اندر خدا کی صفات جمال وجلال کا اظہار نہ ہوسکتا۔ پھر اس تخلیق کا مشاہدہ اور مطالعہ ہمارے لئے معرفت حق کا سبب نہ بن سکتا لیکن چونکہ کائنات کی تخلیق بالحق ہے کائنات خدا کی ہستی اور صفات کا نشان اور خدا پر ایمان لانے کی ضرورت کا ثبوت اور خدا کی معرفت کا ذریعہ ہے ــــــ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کائنات کی تخلیق بالحق نہ ہوتی تو ہم ایمان لانے کے لئے مکلّف اور جزا اور سزا کے مستحق نہ ٹھہرتے یہی وجہ ہے کہ قرآن حکیم نے ارشاد فرمایا ہے:

وَ خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَ لِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ وَ هُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ (22:45)

''اللہ نے آسمانوں اور زمین کو بالحق پیدا کیا ہے تاکہ ہر جان کو اس کے عمل کی جزا یا سزا ملے اور ان پر ظلم نہ کیا جائے گا''

فرضی نصب العین اور غلط نصب العین میں فرق نہیں

کھیل کے نقلی بناوٹی اور فرضی نصب العین سے جو عمل سرزد ہوتا ہے وہ انسان کو اس کے فطری مقصود حیات کی طرف ایک قدم بھی آگے نہیں لے جاتا چونکہ غلط نصب العین بھی فرضی نصب العین کی طرح انسان کو اس کے فطری مقصود کی طرف بڑھنے نہیں دیتا لہٰذا غلط نصب العین کا معتقد بھی فرضی نصب العین کے پرستار کی طرح ایک بیکار مشغلہ یا کھیل میں مصروف رہتا ہے اگر ایسے شخص کو اس دنیا کی زندگی میں سفلی خواہشات کی بے لگام تشفی کی وجہ سے ایک گونہ عارضی مسرت یا راحت نصیب ہوجائے تو اس پر اترانے کی کوئی وجہ نہیں کیونکہ اس کا انجام خدا کا وہ عذاب ہے جو

انسان کو اپنے فطری تقاضوں کو روکنے، دبانے یا نظر انداز کرنے کی وجہ سے جھیلنا پڑتا ہے۔ یہی سبب ہے کہ غلط نصب العینوں کی پیروی کرنے والوں کے متعلق قرآن حکیم کا ارشاد یہ ہے کہ ان کا دین لہوولعب ہے کیونکہ ان کا نصب العین دنیاوی زندگی کا تعیش ہے خدا نہیں

وَ ذَرِ الَّذِیۡنَ اتَّخَذُوۡا دِیۡنَہُمۡ لَعِبًا وَّ لَہۡوًا وَّ غَرَّتۡہُمُ الۡحَیٰوۃُ الدُّنۡیَا وَ ذَکِّرۡ بِہٖۤ اَنۡ تُبۡسَلَ نَفۡسٌۢ بِمَا کَسَبَتۡ o (6:70)

''اور جن لوگوں نے کھیل اور تماشا کو اپنا دین بنا رکھا ہے اور دنیا کی زندگی نے ان کو دھوکہ میں ڈال دیا ہے۔ ان سے کوئی سروکار نہ رکھئے اور قرآن سے ان کو ڈراتے رہئے تاکہ ایسا نہ ہو کہ قیامت کے دن کوئی جان اپنے کئے کی وجہ سے ہلاک ہو۔''

لعب اور تخلیق میں دوسرا فرق

کھیل اور سنجیدہ عمل میں دوسرا فرق یہ ہے کہ کھیل کے نتیجہ کے طور پر فریقین میں سے کوئی بھی ہار سکتا ہے اور پھر اس میں نہ ہارنے کی کوئی اصلی اور حقیقی سزا ہے اور نہ جیتنے کا کوئی اصلی اور حقیقی انعام ہے۔ اگر کوئی سزا یا انعام ہے تو وہ بھی نقلی اور بناوٹی ہے اور کھیل ہی کا ایک حصہ ہے اس کے برعکس سنجیدہ عمل کے نتیجہ کے طور پر ہمیشہ ایک فریق کی فتح ہوتی ہے اور وہ اہل حق کا گروہ ہوتا ہے اور ہمیشہ دوسرے فریق کی ناکامی اور رسوائی ہوتی ہے اور وہ اہل باطل کا گروہ ہوتا ہے۔ لہٰذا اگر خدا نے کوئی کھیل کھیلنا ہوتا تو وہ اس کائنات کی صورت میں نہ ہوتا جو حق و باطل کی رزم گاہ ہے اور جس میں حق ہمیشہ باطل کا سر کچل دیتا ہے باطل ہمیشہ حق سے مار کھاتا ہے اور جو اس بناء پر کھیل کے ہر وصف سے خالی ہے بلکہ خدا کا کھیل کہیں اس کی اپنی فرشتوں کی مجلس میں قائم ہوتا جہاں باطل نہ موجود ہوتا نہ کچلا جاتا۔ لیکن اس کائنات میں باطل کا جو انجام ہونے والا ہے اس کے پیش نظر انسان کے لئے ضروری ہے کہ اس سے علاقہ نہ رکھے۔ اس مضمون کو قرآن حکیم نے یوں بیان فرمایا ہے:

وَ مَا خَلَقۡنَا السَّمَآءَ وَ الۡاَرۡضَ وَ مَا بَیۡنَہُمَا لٰعِبِیۡنَ O لَوۡ اَرَدۡنَاۤ اَنۡ نَّتَّخِذَ لَہۡوًا لَّاتَّخَذۡنٰہُ مِنۡ لَّدُنَّاۤ ٭ۖ اِنۡ کُنَّا فٰعِلِیۡنَ O بَلۡ نَقۡذِفُ بِالۡحَقِّ عَلَی الۡبَاطِلِ فَیَدۡمَغُہٗ فَاِذَا ہُوَ زَاہِقٌ ؕ وَ لَکُمُ الۡوَیۡلُ مِمَّا تَصِفُوۡنَ O (16-18:21)

''اور ہم نے آسمان اور زمین اور ان کی درمیانی مخلوقات کو بطور ایک کھیل کے نہیں بنایا اور اگر ہم کوئی کھیل قائم کرنا چاہتے تو اپنے قریب کی فرشتوں کی مجلس میں قائم کر لیتے بشرطیکہ ہم یہ چاہتے ، بلکہ یہ کائنات حق و باطل کا میدان کارراز ہے جہاں ہم حق کو باطل پردے مارتے ہیں اور حق باطل کا سر کچل دیتا ہے یہاں تک کہ وہ مٹ جاتا ہے۔ جو کچھ تم کہتے ہو اس کے لئے تم پر افسوس ہے۔''

تخلیق بالحق کے مضمرات

اگر کائنات ایک کھیل کے طور پر بنتی ہے تو اس کے لاتعداد نصب العین ممکن تھے کیونکہ فرضی اور بناوٹی نصب العینوں کی کوئی حد نہیں ہوسکتی لیکن سچا نصب العین جس کا تقاضا خودی کی فطرت کی مضمر ہے فقط ایک ہی ہوسکتا ہے جب نصب العین خودی کی فطرت کے مطابق ہو یعنی حق ہو تو جو وجود نصب العین بنتا ہے وہ بھی حق ہوتا ہے اور حق کی خوبیوں اور قوتوں سے بہرہ ور ہوتا ہے لہٰذا اس وجود کو جہاں تک ممکن ہو خود بھی اپنی نصب العینی صورت کی جانب بدلنا اور ڈھلنا پڑتا ہے اور اس غرض کے لئے ہر قسم کی رکاوٹوں اور مشکلوں کا سامنا کر کے ان کو راستہ سے ہٹانا پڑتا ہے اگر وہ وجود اپنی نصب العینی صورت میں نہ ڈھل سکے اور رکاوٹوں اور مشکلوں کے ساتھ تعاون کرے تو خدا کا جلال اس کو ان رکاوٹوں اور مشکلوں کے سمیت برباد کر کے خدا کے سچے نصب العین کے لئے راستہ ہموار کرتا ہے اسی بنا پر قرآن حکیم نے بھی یہ دُعا سکھائی ہے:

رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلاً سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ

ترجمہ: اے ہمارے پروردگار تو نے یہ کائنات (بالحق پیدا کی ہے) بالباطل پیدا نہیں کی لہٰذا (اگر ہم کائنات کے سچے نصب العین کے مطابق خود ڈھل نہ سکیں تو ہمارے مدد فرمایئے اور) ہمیں آگ کے عذاب سے بچایئے۔

مختصر یہ کہ ہر وہ چیز جو خدا کی صفاتِ جمال وجلال کے عمل اور اظہار کی (یا دوسرے لفظوں میں خدا کے نصب العین کی) ممد و معاون ہے حق ہے اور ہر وہ چیز جو خدا کی صفاتِ جمال و جلال کے عمل و اظہار کی (یا خدا کی نصب العین کی) ممد و معاون نہیں باطل ہے۔

قائماً بالقسط کا مطلب

خدا کا نصب العین جو برحق ہے خدا کی صفات برحق کا تقاضا ہے اور خدا کی صفات کے اظہار سے ہی عالم وجود میں آسکتا ہے۔ لہٰذا اس کی تخلیق اور تکمیل ان خاص قوانین اور ضوابط کے ماتحت ہوتی ہے جو خدا کی صفات کے اندر بالقوہ موجود ہیں اور اس کے نصب العین کے مطابق ہیں۔ کائنات اپنی سطح پر خواہ وہ مادی ہو یا حیوانی یا انسانی خدا کے حکم سے ان قوانین وضوابط پر چلنے کے لئے مجبور ہے ان ہی قوانین وضوابط کو قرآن مجید نے قسط (عدل) کہا ہے جس کو خدا نے اپنی کائنات میں قائم کر رکھا ہے اسی لئے خدا قائماً بالقسط ہے۔ کائنات اپنے اندرونی ضبط اور نظم کے ساتھ اس لئے موجود اور قائم ہے کہ وہ ایک خاص نصب العین کی سمت میں جو حق ہے اور جس کا پالینا اس کے لئے ضروری ہے آگے بڑھ رہی ہے۔ بسا اوقات انسان چاہتا ہے کہ حق کے مقتضیات سے بے پرواہ ہو کر اپنی خواہشات کی تکمیل کرے اور اس کی خواہشات حق کے تابع نہ ہوں بلکہ حق اس کی خواہشات کے تابع ہو جائے لیکن ایسا نہیں ہو سکتا۔ حق تابع نہیں بلکہ متبوع ہے اگر ایسا ہو سکتا ہے تو کائنات کا سارا نظام درہم برہم ہو جاتا کیونکہ یہ نظام اپنے مقصد یا نصب العین پر قائم ہے اور اس صورت میں کائنات کا کوئی مقصد یا نصب العین باقی نہ رہ سکتا۔

لَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ اَهْوَاءَ هُمْ لَفَسَدَتِ السَّمٰوٰتُ وَ الْاَرْضُ وَ مَنْ فِيْهِنَّ

''اگر حق ان کے تابع ہو جائے تو آسمان اور زمین میں اور جو مخلوقات ان کے درمیان بس رہی ہے ان میں فساد برپا ہو جائے۔''

یہی مطلب قرآن حکیم کے اس ارشاد کا ہے کہ زمین وآسمان کی تمام مخلوقات خدا کے تابع فرمان ہیں

لَهٗ اَسْلَمَ مَنْ فِى السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ

''آسمان اور زمین کی تمام مخلوقات خدا کے سامنے سر تسلیم خم کئے ہوئے ہیں''

تمام قوتیں جو کائنات کے نصب العین کی مخالف ہیں اور لہٰذا حق نہیں بلکہ باطل ہیں ان قوتوں کے سامنے ٹھہر نہیں سکتیں جو کائنات کے نصب العین کی معاون ہیں اور لہٰذا باطل نہیں بلکہ حق ہیں قرآن حکیم کی تعلیم وہ قوت ہے جو حق ہے اس کے ظہور کے بعد آخر کار تمام باطل تعلیمات کا

مٹ جانا ضروری ہے۔

قُلۡ جَآءَ الۡحَقُّ وَ زَهَقَ الۡبَاطِلُ اِنَّ الۡبَاطِلَ كَانَ زَهُوۡقًا

''کہہ دیجئے کہ وہ تعلیم جو حق تھی آ گئی اور وہ تعلیمات جو باطل تھیں مٹ گئیں۔ بیشک باطل اپنی فطرت کی وجہ سے مٹ جانے والا ہے۔''

انسان کی آرزوئے حسن

حق کی محبت انسان کے اندر نمودار کر دی گئی ہے تا کہ انسان بھی خدا کے نصب العین کی تکمیل کے لئے اس کا شریک کار بن جائے اس نصب العین کی تکمیل انسان کی اپنی ہی تکمیل ہے اس طرح خدا اور انسان کا نصب العین بالآخر ایک ہی ہے گویا اگر انسان حق کا اتباع کرے تو کسی پر احسان نہیں کرے گا بلکہ اس میں اس کا اپنا ہی فائدہ ہوگا اور اس سے اسے اپنی ہی فطری محبت کی تشفی حاصل ہوگی۔

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ قَدۡ جَآءَكُمُ الۡحَقُّ مِنۡ رَّبِّكُمۡ فَمَنِ اهۡتَدٰى فَاِنَّمَا يَهۡتَدِىۡ لِنَفۡسِهٖ (10-108)

''اے لوگو! تمہارے پاس وہ تعلیم جو (حق کا عمل اور اظہار ہے اور لہٰذا) حق ہے پہنچ گئی ہے جو شخص اس سے مستفید ہو کر راستہ پائے گا اس کی ہدایت اپنی ہی جان کے لئے ہوگی۔''

تخلیق کی اولین صورت

جب خداوند تعالیٰ نے اپنے تصور حسن یعنی انسانیت کاملہ کے تصور کو قول کن کہا تو خارج میں انسانیت کاملہ کی اولین صورت جو وجود میں آئی وہ ایک قسم کے نور کی شکل میں تھی جو ایک خاص قسم کی برقی لہروں پر مشتمل تھی جنہیں اب سائنس دان کاسمک شعاعوں یا کائناتی شعاعوں کا نام دیتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ خدا نور ہے۔ نور خدا کے اسماء حسنیٰ میں ایک ہے اور نور سے جو چیز سرزد ہو وہ نور ہی ہو سکتی ہے۔ لیکن خدا کے نور میں اور اس نور میں فرق یہ ہے کہ خدا کا نور روحانی اور غیر مادی اور غیر مخلوق اور بے مثل ہے وہ زندہ ہے بلکہ خود زندگی یا خودی یا حیات یا روح ہے اور

اسے ہم ان آنکھوں سے نہیں دیکھ سکتے اور یہ نور مادی اور مخلوق ہے اور اس کا خالق اس کی مماثل صفات رکھنے والا کوئی اور نور بھی پیدا کرسکتا ہے۔

چونکہ نور سب سے پہلی مادی چیز ہے جو خدا نے پیدا کی لہٰذا نور مادی اشیاء میں سب سے زیادہ خدا کے قریب ہے یہی وجہ ہے کہ وہ ان اشیاء میں سب سے زیادہ لطیف ہے یہاں تک کہ کوئی مادی چیز نہیں جو اپنی حرکت میں نور سے بڑھ کر رفتار حاصل کرسکے۔ اقبال لکھتے ہیں:

> ''جدید طبیعیات کی تعلیم یہ ہے کہ نور کی رفتار سے زیادہ رفتار کسی چیز کی نہیں ہوسکتی اور یہ رفتار تمام مشاہدہ کرنے والوں کے لئے یکساں رہتی ہے اس بات سے قطع نظر کہ ان کی اپنی حرکت کس نظام سے تعلق رکھتی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ نور مادی تغیرات کی اس دنیا میں ہستی مطلق سے قریب ترین چیز ہے۔''

پھر جوں جوں یہ ابتدائی نور مادی طور پر پیچیدہ اور ترقی یافتہ ہوتا گیا وہ اپنے مصدرِ حقیقی سے دور ہوتا گیا اور اس میں کثافت آتی گئی یہاں تک کہ وہ مٹی بن گیا اور مٹی کی حالت میں آ کر وہ زندگی یا روح جو اس کے اندر مخفی تھی آشکار ہونے لگی لہٰذا وہ حیوان کی صورت میں آیا اور پھر اپنی حیوانی ترقی کی انتہا پر انسان کی صورت میں جلوہ گر ہوا۔

یہی وجہ ہے کہ انسان کے نیچے کے تمام حیوانات (جن میں خودی اتنی آزاد یا ترقی یافتہ نہیں کہ وہ خدا کے زندہ مقدس فوق الطبیعیاتی یا روحانی نور کو سمجھ کر اس کے لئے کشش محسوس کرسکیں اور جن کے شعور میں کائنات کی ہر چیز کی طرح خدا کی محبت چھپی ہوئی ہے) مادی نور کے لئے ایک نہ ایک رنگ میں کشش محسوس کرتے ہیں اگر پروانہ شمع کے نور پر فدا ہے تو چکور چاند کے نور پر جان چھڑکتی ہے پرندے مندروں میں روشنی کے میناروں کے اردگرد رات بھر چکر کاٹتے رہتے ہیں۔ زندگی خدا کے نور کو مادی نور سے اس وقت ممیّز کرنے لگتی ہے جب وہ انسان کی صورت میں خود شعور اور خودنگر ہو جاتی ہے اس مادی نور میں جو انسانیت کاملہ کی اولین صورت تھی خدا کا نور خدا کی محبت کی صورت میں بطور جان کے چھپا ہوا موجود تھا اس لئے خدا نے اپنے آپ کو کائنات کا نور کہا ہے:

اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ

''اللہ کائنات کا نور ہے''

تخلیق اور حرکت

خدا کے قول کن میں خدا کی محبت ہی نہیں بلکہ اس کے ارادہ تخلیق کی قوت اور اس کے حکم کا زور بلکہ اس کی تمام صفات جمال وجلال پوشیدہ تھیں۔ خدا کے اسی ارادہ یا حکم کے زور کی وجہ سے یہ مادی نور برقی لہروں کی صورت میں اپنے ارتقاء کی منزل مقصود یعنی تکمیل انسانیت کی منزل کی طرف متحرک ہوا۔ اس مخلوق نور میں حرکت اس لئے تھی کہ وہ خدا کے ارادہ تخلیق کا مظہر تھا اور خدا کے ارادہ تخلیق کا مقصد یہ تھا کہ تخلیق کی ابتدائی حالت کو حرکت دے کر اس کی انتہائی حالت یا حالت کمال تک جو اس ارادہ نے اس کے لئے معین کر رکھی تھی پہنچائے لہٰذا حرکت شروع سے ہی عمل تخلیق کی ضروری علامت کے طور پر رونما ہوئی طبیعیات کا ایک مسلم اصول یہ ہے کہ حرکت بغیر قوت کے نہیں ہوتی اس ابتدائی مادی نور کی حرکت کا باعث خدا کے قول کن کی بے پناہ قوت تھی جو مادی نہیں بلکہ ارادی قوت تھی۔ اب بھی یہی قوت اپنی مختلف حالتوں سے گزرتی ہوئی کائنات کی تخلیق اور نشو وارتقا کے لیے کارپرواز ہے چونکہ یہ قوت خدا کی تمام صفات جمال وجلال کی حامل ہے اور خدا کی تمام صفات اس کے اندر کارفرما ہیں لہٰذا یہ قوت زندگی اور خودی سے الگ ہونے کے باوجود خود زندگی اور خودی ہے اگر اس قوت کی صفات جمال براہ راست اور بلاواسطہ تخلیق وارتقاء کے مقاصد کے لئے کام کرتی ہیں تو اس کی صفات جلال تخلیق وارتقاء کی رکاوٹوں کو دور کر کے بالواسطہ ان ہی مقاصد کی پیش برو کے لئے کام کرتی ہیں۔

انسانی خودی سے مراد

جب اقبال کہتا ہے کہ خودی انسان میں رونما ہوئی ہے تو وہ خودی اسی قول کن کی قوت کو کہتا ہے جو خودی یا زندگی کی تمام صفات جمال وجلال کی حامل ہے۔

یہی قوت روح انسانی ہے جس کے متعلق قرآن کا ارشاد ہے کہ وہ خدا کا امر یا حکم ہے۔
اقبال کے اس خیال کو نظر انداز کرنے کی وجہ سے بعض لوگوں نے غلطی سے سمجھا ہے کہ اقبال حلول کا قائل ہے لیکن دراصل جس طرح سے ایک مصور کی خودی یا شخصیت تصویر میں حلول نہیں کرتی اور اپنی تمام صفات کمال کے ساتھ تصویر میں جلوہ گر ہونے کے باوجود اس سے الگ تھلگ رہتی ہے اس

طرح سے خدا کی ذات یا خودی اس کی مخلوق کائنات میں حلول نہیں کرتی بلکہ اپنی تمام صفات کمال کے ساتھ مادی، حیوانی اورانسانی کائنات میں جلوہ ریز ہونے کے باوجود اس سے جدا رہتی ہے۔

تخلیق کائنات کے مراحل

یہاں اس تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں کہ کس طرح سے قول کن کی تخلیقی قوت نے برقی لہروں کی حرکت سے کام لیا اوران کو گرہوں کی شکل دے کرایسی برقی اکائیاں بنادیں جو یا تو بے بار تھیں یا مثبت یا منفی باروں (CHARGES) کی حامل تھیں اور جن کو ہم نیوٹران، پروٹان اورالکٹران کہتے ہیں اور پھر کس طرح سے ان برقی اکائیوں کی باہمی کشش سے کام لے کر اس قوت نے ان کوایک دوسرے کے ساتھ ملا کر جواہر (ATOMS) کی شکل دے دی اور پھر کس طرح سے اس نے جواہر کی باہمی کشش کے ذریعہ سے ان کو عناصر کے سالمات (MOLECULES) کی شکل میں جوڑ دیا اور پھر کس طرح سے مادہ کے دھوئیں یا گیس کا ایک بہت بڑا بادل وجود میں آیا جو اور چھوٹے چھوٹے بادلوں میں بٹ گیا اور پھر کس طرح سے ان بادلوں سے ستاروں کے جمگھٹے بن گئے اور سیاروں کے نظام وجود میں آئے جن میں سے ہمارا نظام شمسی ایک ہے۔

طبیعیات کی کتابوں میں اس مادی ارتقاء کی تفصیلات موجود ہیں اگرچہ زمانہ حال کی لادینی طبیعیات کے حکماء اس بات کونظرانداز کرتے ہیں کہ اصل قوت جو مادی ارتقاء کے پیچھے کام کررہی تھی وہ خدا کے ارادہ تخلیق یا قول کن کی قوت تھی حاصل یہ ہے کہ خدا کے قول کن یا ارادہ تخلیق کی بے پناہ قوت مادی نور کور بوبیت یا ارتقاء کی منزلوں کی طرف برابر آگے دھکیلتی رہی اور وہ برابر ارتقا کرتا رہا اوراس کا مادی ارتقاء ہمارے کرۂ ارض پراس وقت مکمل ہوا جب مادہ اس قابل ہوگیا کہ زندگی کوجنم دے سکے اور جب وہ اس قابل ہوا تو پہلا حیوان جو وجود میں آیا وہ ایک خلیہ کا حیوان تھا جسے امیبا کہتے ہیں جس طرح سے کائناتی نور انسان کی اولین مادی صورت تھی۔ امیبا انسان کی اولین حیوانی شکل تھی۔ پھرامیبا خدا کے قول کن یا ارادہ تخلیق کی قوت سے برابرارتقاء کرتا رہا یہاں تک کہ مکمل جسم انسانی نمودار ہوا۔جسم انسانی کے ظہور پذیر ہونے کے بعدانسان کی ساری ترقی اس کی نفسیاتی یا نظریاتی ترقی ہے جواس کے روحانی اورنظریاتی کمال کا باعث ہوگی۔

خدا کے حسن کی کشش ہر چیز میں ہے

چونکہ خدا کا قول کن اصل خدا کی محبت ہے جو کشش اور جذب ہی کا دوسرا نام ہے لہٰذا ربوبیت کے کام کو جاری رکھنے کے لئے خدا کے قول کن یا ارادہ تخلیق کی قوت نے ہمیشہ کشش یا جذب کی صورت میں اپنا اظہار کیا ہے۔

طبیعیاتی مرحلہ ارتقاء میں اس کشش نے برقی قوت کے مثبت اور منفی باروں کی باہمی کشش اور تمام مادی قوانین کی شکل اختیار کی حیاتیاتی مرحلہ ارتقاء میں مدحیات اعمال وافعال کی کشش اور تمام حیاتیاتی قوانین کی صورت میں اپنا اظہار کیا اور انسانی مرحلہ ارتقاء میں نصب العین کی محبت کی صورت میں ظاہر ہوئی۔

یہی وجہ ہے کہ اقبال نے جابجا اس کا ذکر کیا ہے کہ آرزوئے حسن یا عشق ایک جذب یا کشش کی صورت میں دنیا کی ہر چیز کے اندر موجود ہے۔ عشق ہی کی قوت سے مادی' حیاتیاتی اور انسانی سطح ارتقاء پر کائنات کے تمام تخلیقی اور ارتقائی اعمال جاری ہوتے ہیں یہ خدا ہی کی محبت یا آرزوئے حسن ہے یعنی خدا کی وہی آرزوئے حسن جس کا مقصود خدا کا اپنا نصب العین ہے جو انسان میں نمودار ہوئی ہے اور نمودار ہو کر منتہائے حسن یعنی خدا کی طلب گار ہوئی ہے اسی طلب حسن کے ذریعہ سے انسان اپنے حسن کے کمال کو پہنچے گا اور وہ نصب العینی انسان بنے گا جسے خدا پیدا کرنا چاہتا ہے۔ اگر خدا کی یہ محبت جس کا حامل خدا کا قول کن ہے کائنات کے ارتقاء کے ساتھ ساتھ ہر چیز کے باطن میں نہاں ہو کر آگے نہ جاتی تو انسان میں کیسے نمودار ہو سکتی تھی۔

خاص انسان سے کچھ حسن کا احساس نہیں
صورت دل ہے یہ ہر چیز کے باطن میں مکیں
شیشہ دہر میں مانند مے ناب ہے عشق
روح خورشید ہے خون رگ مہتاب ہے عشق
دل ہر ذرہ میں پوشیدہ کسک ہے اس کی
نور یہ وہ ہے کہ ہر شے میں جھلک ہے' اس کی
کہیں سامانِ مسرت کہیں سازِ غم ہے
کہیں گوہر ہے کہیں اشک کہیں شبنم ہے

سورج اور چاند کی گردش جس کا بنیادی سبب برق کے مثبت اور منفی باروں کی باہمی کشش ہے لا الہ یعنی خدا کی محبت کے اس سوز ہی سے ممکن ہوئی ہے جو بعد میں انسان کے اندر نمودار ہوا ہے بلکہ یہ سوز پہاڑوں میں اور گھاس کے تنکوں میں اور ہر چیز میں موجود ہے۔

دیدہ ام ایں سوز را در کوہ وکاہ　　　مہر و ماہ گردد ز سوز لا الہ

خدا کی محبت کے اس سوز اور زور سے ہی جو بعد میں انسان کے اندر نمودار ہوا ہے آسمان گردش کرتا ہے اور کائنات کا تمام کاروبار چلتا ہے یہی سوزِ محبت آفرینش کائنات کی غرض وغایت ہے

نقطہ ادوارِ عالم لاالہ　　　انتہائے کارِ عالم لاالہ
چرخ را از زورِ او گردندگی　　　مہر را پایندگی رخشندگی
بحر گوہر آفرید از تابِ او　　　موج در دریا تپید از تابِ او
خاک از موج نسیمش گل شود　　　مشتِ پر از سوزِ او بلبل شود
شعلہ در رگہائے تاک از سوزِ او　　　خاکِ مینا تابناک از سوزِ او
نغمہ ہایش خفتہ در سازِ وجود　　　جویدت اے زخمہ در سازِ وجود

قرآن حکیم میں ہے کہ دنیا کی ہر چیز خدا کے حسن کی ستائش کرتی ہے

وَ اِنۡ مِّنۡ شَیۡءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمۡدِہٖ 'اور کوئی چیز ایسی نہیں جو اس کی پاکیزگی کی ستائش نہ کرتی ہو' اس آیت میں اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ ہر چیز میں خدا کی محبت ہے۔

خدا اپنے محبوب کی جستجو میں ہے

کائنات کی ہر چیز بتا رہی ہے کہ خدا کا ایک محبوب ہے جو اس سے بچھڑا ہوا ہے اور جسے وہ اپنی مسلسل تخلیقی فعلیّت کے ذریعہ سے تلاش کر رہا ہے خدا کی محبت کبھی لالہ کی خوبصورت پتیوں پر اپنا پیغام لکھتی ہے کبھی پرندوں کے سینوں سے نکلنے والی دردناک ہاؤ ہو میں ظاہر ہوتی ہے کبھی نرگس کے پھول میں آنکلتی ہے گویا کہ چاہتی ہے کہ نرگس کی آنکھ سے اپنے محبوب یعنی مستقبل کی کامل نوع بشر کا مشاہدہ کرے اور حسینوں کے کرشمے کیا ہیں گویا خدا ان کی حسین آنکھوں سے اپنی محبت کا پیغام سنا رہا ہے۔ زمان ومکان کیا ہیں گویا ہمارے فراق میں خدا کی ایک محبت بھری آہ ہے جس نے زمان ومکان کی صورت اختیار کر لی ہے۔ ایک حسین وجمیل پیکر خاکی کے حسن کا دیدار

کرنے کے لئے خدا نے پوری کائنات کا ہنگامہ برپا کیا ہے یہ تماشائے رنگ ومحبوب کے نظارہ کے لئے ایک بہانہ ہے خدا اپنی محبت کی وجہ سے کائنات کے ذرہ ذرہ میں پوشیدہ ہے اور لہٰذا ہم سے نا آشنا ہے اس کے باوجود وہ ماہتاب کی طرح آشکار ہے اور اسی طرح کاخ وکو کی آغوش میں چمک رہا ہے۔ عرض زندگی کا ایک گوہر تابدار ہماری اس خاکی کائنات میں گم ہے کیا وہ خدا ہے جسے ہم تلاش کررہے ہیں یا ہم ہیں جنہیں خدا تلاش کررہا ہے بات ایک ہی ہے۔ یہ گوہر تابدار ہم ہوں یا خدا جب ایک ملے گا تو دوسرا بھی ساتھ ہی مل جائے گا۔

ما از خدائے گم شدہ ایم او بجستجوست — چوں ما نیاز مند و گرفتارِ آرزو است
گاہے بہ برگِ لالہ نویسد پیامِ خویش — گاہے درونِ سینۂ مرغاں بہ ہاؤ ہوست
در نرگس آرمید کہ بیند جمالِ ما — چنداں کرشمہ داں کہ نگاہش بہ گفتگوست!
آہے سحر گہے کہ زند در فراقِ ما — بیرون واندروں، زبروزیروچارسوست!
ہنگامہ بست از پئے دیدار خاکیے — نظارہ را بہانہ تماشاے رنگ و بوست
پنہاں بہ ذرّہ ذرّہ و ناآشنا ہنوز — پیدا چو ماہتاب و بآغوشِ کاخ وکوست
در خاکدانِ ما گہرِ زندگی گم است — ایں گوہرے کہ گم شدہ مائیم یا کہ اوست؟

کروڑوں برس کا عمل ارتقاء خدا کے ایک لمحہ میں سماجاتا ہے

ارتقاء کا یہ عمل ہمارے پیمانہ وقت کے مطابق کروڑوں برس کی مدت میں پھیلا ہوا ہے لیکن خدا کے نزدیک ابتدائے آفرینش سے لے کر قیامت تک کا زمانہ ایسا ہی ہے جیسا کہ آنکھ کا جھپکنا گویا ادھر خدا نے قول کن کہا اور ادھر کائنات کی وہ حالت کمال وجود میں آگئی جس کے بعد قیامت کا زمانہ آنا مقدر ہے۔

وَ مَا اَمۡرُ السَّاعَۃِ اِلَّا کَلَمۡحِ الۡبَصَرِ اَوۡ ھُوَ اَقۡرَب

''اور قیامت کا آنا ایسا ہی ہے جیسا کہ آنکھ کا جھپکنا بلکہ وہ اس سے بھی زیادہ قریب ہے''

اِنَّمَا اَمۡرُہٗۤ اِذَاۤ اَرَادَ شَیۡئًا اَنۡ یَّقُوۡلَ لَہٗ کُنۡ فَیَکُوۡنَ

''اس کے حکم کی یہ کیفیت ہے کہ جب وہ کسی چیز کو پیدا کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو اسے کہتا ہو جا اور وہ ہو جاتی ہے۔''

لیکن اگر ہم وقت کے اپنے پیمانہ کے مطابق کائنات کی تخلیق کے عمل کا جائزہ لے رہے ہوں اور اس کی تفصیلات اور جزئیات کا مطالعہ کر رہے ہوں جیسا کہ ہم کرنے پر مجبور ہیں تو ہمیں نظر آئے گا کہ آنکھ جھپکنے کی یہ مدت اس قدر طویل ہے کہ کروڑ ہا برس کا عمل ربوبیت یا عمل ارتقاء جس کا ایک حصہ گزر چکا ہے اور ایک ابھی باقی ہے اس کے اندر سمایا ہوا ہے اور جب سے نسل انسانی پیدا ہوئی ہے نسلاً بعد نسل اس عمل ربوبیت کا مشاہدہ کرتی جارہی ہے آئن سٹائن کے نظریہ نے اب اس حقیقت کو ریاضیاتی طور پر منکشف کیا ہے کہ وقت ایک اضافی چیز ہے۔ شعور کی ہر سطح کے لئے وقت کا پیمانہ الگ ہوتا ہے ہمارے بعض خوابوں سے اس بات کی شہادت ملتی ہے کہ ہماری بیداری کی حالت کا ایک لمحہ ہماری نیند کی حالت کے کئی گھنٹوں بلکہ دنوں کے برابر ہوتا ہے۔

اسی طرح سو سال کا عرصہ موت کی حالت میں صرف ایک دن یا ایک دن کے حصہ کے برابر ہوتا ہے۔ قرآن حکیم نے اس بات کی وضاحت فرمائی ہے:

فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهٗ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ قَالَ لَبِثْتُ يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ

''اور خدا نے اسے ایک سو سال تک حالت موت میں رکھا اور پھر اسے زندہ کیا۔ لوگوں نے پوچھا تم کتنا عرصہ حالت موت میں رہے ہو تو اس نے جواب دیا ایک دن یا اس کا کچھ حصہ۔''

پھر قرآن میں ہے کہ خدا کا ایک دن ہماری گنتی کے ایک ہزار سال کے برابر ہوتا ہے۔

فِىْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ اَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ

''ایک ایسے دن جس کی طوالت حسابات کے مطابق ایک ہزار سال کے برابر ہوتی ہے''

اقبال لکھتے ہیں:

''اگر ہم اس حرکت کا جس کا نام تخلیق ہے خارج سے مشاہدہ کریں دوسرے الفاظ میں اگر ہم اسے ذہنی طور پر سمجھیں تو یہ ایک ایسا عمل ہے جو ہزاروں سال کی مدت میں پھیلا ہوا ہے کیونکہ قرآن کی مصطلحات کے مطابق اور تورات کی مصطلحات کے مطابق بھی خدا کا ایک دن ایک ہزار سال کے برابر ہے لیکن ایک اور نقطہ نظر سے یہ ہزاروں سال کا عمل تخلیق ایک واحد ناقابل تقسیم فعل ہے جو ایسا سریع الحرکت ہے جیسے کہ آنکھ کا جھپکنا۔'' (جاری ہے)

علم فلکیات سے معجزۂ رسول ﷺ کا اثبات

اور خان محمد علی
ترجمہ: حافظ ظہور الٰہی

میرے ایک دوست نے برقی ڈاک (E.MAIL) کے ذریعے مجھے مریخ کے بارے میں ایک چونکا دینے والے واقعہ کی طرف متوجہ کیا ہے جس کی خبر علم فلکیات سے متعلق مشہور امریکی ویب سائٹ پر جاری ہوئی جس کا ایڈریس ہے:

http:www.space.com/spacewatch/mars retrograde 030725.hotmail'

یہ واقعہ یقیناً چونکا دینے والا ہے' کیونکہ یہ درحقیقت نبی اکرم ﷺ کے ایک واضح معجزہ کی طرف اشارہ کر رہا ہے جس میں کسی تاویل و انکار کی گنجائش نہیں ہے۔ اس واقعہ کے بارے میں چند معروضات آپ کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں۔

تقریباً سو سال سے کچھ زائد عرصہ ہوا کہ سیارۂ مریخ ماہرین فلکیات کی توجہ کا مرکز بنا ہوا ہے' یہاں تک کہ حالیہ پیش کیے جانے والے نظریات کے مطابق اس سیارہ پر بھی زندگی کے امکانات موجود ہیں کیونکہ یہ سورج سے دوری کے لحاظ سے ہماری زمین سے دوسرے نمبر پر ہے' یعنی جو حرارت سورج سے مریخ تک پہنچ رہی ہے وہ کسی حد تک زندگی میں مددگار ثابت ہوسکتی ہے۔

انیسویں صدی کے اواخر اور بیسویں صدی کے آغاز میں جب مریخ پر تحقیق کرنے والے بعض سائنس دانوں نے کہا کہ ہم نے سیارہ مریخ کے بہت قریب سے چند ایسے راستے دیکھے ہیں جو پانی کی گزرگاہوں سے مشابہ ہیں' تو یہ خبر فوراً اخبار میں شائع ہوگئی تھی' اُنہوں نے ان

راستوں کو مریخ پر زندگی کا ایک بڑا ثبوت قرار دیا اور کہا کہ اگر حال میں نہیں تو کم از کم ماضی میں ضرور کوئی تمدن وثقافت وہاں پر رہی ہے جس کے یہ نشانات رہ گئے ہیں۔مگر جلد ہی سائنس دانوں پر یہ بات منکشف ہوگئی کہ یہ لکیریں مریخ پر نہیں بلکہ لیبارٹری میں دوربین کے عدسوں پر تھیں جنہیں دیکھ کر سائنس دانوں نے مریخ پر پانی کے راستے سمجھ لیا۔

لیکن اس کے باوجود سائنس دانوں کی توجہ ہمارے اس پڑوسی سیارے کی طرف سے کم نہیں ہوئی' بلکہ گزشتہ تین سال سے تو اس میں کئی گنا اضافہ ہوگیا ہے کیونکہ ماہرین فلکیات کا اندازہ تھا کہ عنقریب یہ سیارہ ہماری زمین کے انتہائی قریب آنے والا ہے اور یہ عمل ہزاروں سال بعد ہوتا ہے۔ یہ 2003ء کے آخری مہینے بنتے تھے اس لئے گذشتہ سال پوری دنیا کے سائنس دانوں نے اپنی فضائی لیبارٹریوں سے دوربینوں اور کیمروں کا رُخ مریخ کی طرف پھیر دیا تھا' وہ مریخ کی حرکات کو نوٹ کرتے اور اس کے زمین سے قریب تر آنے کا انتظار کر رہے تھے تاکہ اس کی واضح تصاویر کثیر تعداد میں حاصل کی جاسکیں۔

مریخ کی حرکات کو نوٹ کرتے ہوئے سائنس دانوں نے جو عجیب وغریب بات دیکھی' وہ یہ تھی کہ جولائی 2003ء سے مریخ کی مشرقی سمت میں حرکت سست ہونا شروع ہوگئی اور بدھ 30 جولائی کو مریخ نے مشرقی سمت چھوڑ دی' یہاں تک کہ اگست اور ستمبر کے مہینوں میں اس نے بالکل الٹ یعنی مغرب کی طرف حرکت شروع کر دی جو کہ ستمبر کی 29 تاریخ تک جاری رہی یعنی اتنے عرصے تک سورج مریخ کے مغرب سے طلوع ہوتا رہا' اس کے بعد مریخ نے ایک بار پھر معمول کے مطابق مشرقی سمت میں حرکت شروع کر دی۔

علم فلکیات میں اس عجیب منظر کو ''قہقہری حرکت'' (Retrograde Motion) کہتے ہیں اور ماہر فلکیات کا کہنا ہے کہ یہ حالت کسی نہ کسی دن نظام شمسی کے ہر سیارے پر ضرور آئے گی جن میں زمین بھی شامل ہے' یعنی ایک نہ ایک دن سورج مغرب سے طلوع ہو جائے گا۔سوچنے کی بات یہ ہے کہ کیا یہ بالکل وہی حقیقت نہیں ہے جس کی پیشین گوئی رسول اکرم ﷺ نے آج سے بہت پہلے فرمائی تھی' کیا آپ نے سورج کے مغرب سے طلوع ہونے کی قیامت کی ''علاماتِ کبریٰ'' میں ذکر نہیں فرمایا؟ قبل اس کے کہ میں قیامت کی اس علامت کے بارے میں واردشدہ

احادیث کا ذکر کروں، میں قارئین کی خدمت میں اس عبارت کا انگریزی متن اور اس کا ترجمہ پیش کرنا چاہتا ہوں، قارئین خود بھی مذکورہ ویب سائٹ پر اس کا مطالعہ کرسکتے ہیں:

ویب سائٹ پر عبارت کا انگریزی متن: (جاری شدہ 2003ء)

For the past few weeks, Mars has appeared to slow in its eastward trajectory, almost seeming to waver, as if it had become uncertain. On wednesday. July 30, that steady eastward course will come to a stop then. for the next two months. the planet will move backward against the star background-toward the west. On sept.29 it will pause again before resuming its normal eastward direction. All the planets exhibit retrograde motion at one time or another. Ancient astronomers were unable to come up with a satisfactory explanation for it.

ترجمہ: ''گزشتہ چند ہفتوں سے سیارۂ مریخ کی مشرقی سمت میں حرکت سست پڑ گئی اور وہ مختلف سمتوں کی طرف مائل ہونے لگ گیا ہے، جیسے وہ متردد ہو کہ مشرق کی طرف چلے یا مغرب کی طرف۔ بدھ 30 جولائی 2003ء کو اس کی حرکت مشرق کی طرف بند ہوجائے گی اور اگلے دو مہینے (اگست، ستمبر) یہ سیارہ اپنی سابقہ سمت کے برعکس مغرب کی طرف حرکت کرتا رہے گا اور پھر 29 ستمبر کو دوبارہ معمول کے مطابق مشرقی سمت میں چلنا شروع کردے گا، نظام شمسی کے باقی سیارے بھی ایک نہ ایک دن یہ قہقہری حرکت (Retograde motion) ضرور کریں گے، لیکن ماہرین فلکیات اس کی کوئی معقول توجیہ پیش کرنے سے قاصر ہیں۔''

قیامت کی اس عظیم علامت کے بارے میں احادیث مبارکہ:

قیامت کی علامت کبریٰ میں اس عظیم علامت کے بارے میں متعدد احادیث منقول ہیں کہ سورج مغرب سے طلوع ہو جائے گا اور اس علامت کے ظاہر ہونے کے بعد نہ کسی کی توبہ قبول ہوگی اور نہ ہی اس شخص کا ایمان قبول ہوگا جو پہلے سے ایمان نہیں لایا۔ اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتے ہیں۔ سورۃ الانعام کی آیت 159 میں:

''کیا یہ لوگ صرف اسی امر کے منتظر ہیں کہ ان کے پاس فرشتے آئیں یا ان کے پاس آپ کا رب آئے یا آپ کے رب کی کوئی (بڑی) نشانی آئے؟ جس روز آپ کے رب کی کوئی بڑی نشانی آ پہنچے گی، کسی ایسے شخص کا ایمان اس کے کام نہ آئے گا جو پہلے سے ایمان نہیں رکھتا یا اس نے اپنے ایمان میں کوئی نیک عمل نہ کیا ہو۔ آپ فرما دیجئے کہ تم منتظر رہو ہم بھی منتظر ہیں''۔

صحیح احادیث کی روشنی میں اس آیت کے الفاظ "بَعۡضُ ایَاتِ رَبّکَ" سے مراد یہی سورج کا مغرب سے طلوع ہونا ہے اور یہی اکثر مفسرین کا قول ہے، امام ابن جحر طبریؒ فرماتے ہیں:

''اس بارے میں صحیح ترین قول وہی ہے جس کے حق میں رسول اللہ ﷺ سے احادیث مروی ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا ''اور یہ وہ وقت ہے جب سورج مغرب سے طلوع ہو جائے گا۔''

پوری حدیث اس طرح ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''قیامت قائم نہیں ہوگی، یہاں تک کہ سورج (مشرق کی بجائے) مغرب سے طلوع ہوگا پس جب ایسا ہوگا اور لوگ اسے مغرب کی طرف سے طلوع ہوتا دیکھیں گے تو سب ایمان لے آئیں گے، یہی وہ وقت ہوگا جس کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی''، پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: "لَا یَنۡفَعُ نَفۡسًا اِیۡمَانُھَا لَمۡ تکُنۡ امَنَتۡ مِنۡ قَبۡلُ......الایہ" (بخاری ومسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ہی روایت سے ایک اور حدیث ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

’’اعمال صالحہ میں ایک دوسرے سے آگے بڑھو قبل اس کے کہ چھ باتیں وقوع پذیر ہو جائیں۔‘‘ ان میں سے ایک یہ بیان کیا ’’سورج کا مغرب سے طلوع ہو جانا۔‘‘ (مسلم)

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے ایک حدیث سنی جو مجھے کبھی نہیں بھولی، آپ ﷺ نے فرمایا: ’’قیامت کی پہلی بڑی نشانی یہ ہے کہ سورج مغرب سے طلوع ہو جائے۔‘‘ (مسند احمد)

اسی طرح مسلم شریف کی حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’اللہ تعالیٰ رات کو اپنا (رحمت کا) ہاتھ کھول دیتا ہے تاکہ دن کا خطا کار توبہ کر لے (تو اسے قبول فرمائے) اور دن کو اپنا ہاتھ کھول دیتا ہے تاکہ رات کا خطا کار توبہ کر لے (تو اسے قبول فرمائے) یہاں تک کہ سورج مغرب سے طلوع ہو جائے۔ (تب تک یہ عمل جاری رہے گا)۔‘‘

البتہ بعض علماء کرام کی رائے یہ ہے کہ توبہ اور ایمان ان لوگوں کا قبول نہیں ہوگا جو سورج کو خود اپنی آنکھوں سے مغرب سے طلوع ہوتا دیکھ لیں گے، اور پھر جب کافی عرصہ گزر جائے گا اور لوگ اس واقعہ کو بھول جائیں گے تو پھر کفار کا ایمان اور نافرمانوں کی توبہ قبول ہو سکے گی، ان علماء کی دلیل رسول اللہ ﷺ کی یہ حدیث ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ’’اللہ تعالیٰ بندے کی توبہ اس وقت تک قبول فرماتا ہے جب تک وہ حالت نزع میں مبتلا نہ ہو جائے۔‘‘ (مسند احمد)

(ماخوذ از ہفت روزہ ندائے خلافت لاہور 3 نومبر 2004ء)

اشراط الساعة

طلوع الشمس من المغرب

قال النبی ﷺ: اِنَّ السَّاعَةَ لَاتَقُوْمُ حَتّٰی تَکُوْنَ عَشَرَ آیَاتٍ : ......الدُّخَان......وَ الدَّجَّال......وَ الدَّابَّة ......وَ طُلُوْع الشَّمْسِ مِنْ مَغْرِبِهَا وَثَلَاث خُسُوْفٍ...... خَسُفٌ بِالْمَشْرِقِ ......وَ خَسُفٌ بِالْمَغْرِبِ ......وَخَسُفٌ بِجَزِیْرَةِ الْعَرَبِ......وَ نُزُوْل عِیْسٰی علیہ السلام ......وَ فَتُح یَاجُوْجَ وَ مَاجُوْجَ ......وَ نَار تَخْرُجُ مِنْ قَعْرِ عَدْنٍ تَسُوْقُ النَّاسَ اِلَی الْمَحْشَرِ تَبِیْتُ مَعَهُمْ حَیْثُ بَاتُوْا وَ تَقِیْلُ مَعَهُمْ حَیْثُ قَالُوْا

(مسند احمد عن حذیفة رضی اللہ عنہ)

ترجمہ: نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ دس نشانیاں ظاہر نہ ہو جائیں۔ دھواں، دجال، دابۃ الارض، مغرب سے سورج کا نکلنا، تین جگہ لوگوں کا زمین میں دھنس جانا: ایک مشرق میں، دوسرا مغرب میں اور تیسرا جزیرہ عرب میں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول، یاجوج ماجوج کا نکلنا اور قعر عدن سے ایک آگ نکلے گی جو لوگوں کو محشر کی طرف ہانکے گی جہاں لوگ رات کو ٹھہریں گے وہاں وہ ٹھہرے اور جہاں دن کے وقت آرام کریں گے وہاں وہ بھی رک جائے گی۔

سورج کا مغرب سے طلوع ہونا

انجینئر مختار فاروقی

علاماتِ قیامت کے تذکرہ میں لسانِ حق ترجمان حضرت محمد ﷺ کے فرمان کے مطابق سورج کا مغرب سے طلوع ہونا ——— چوتھی اہم علامت ہے۔

علاماتِ قیامت کے بارے میں یہ بات پہلے بھی عرض کی گئی تھی اور اب اس بات کو بارِ دِگر بھی ذکر کرنا ضروری ہے کہ ہمارے آقا حضرت محمد ﷺ کا دُورِ نبوت و رسالت اپنے زمانے سے لے کر تا قیامِ قیامت ہے، آپ ﷺ اپنی حیات طیبہ میں بھی رُوئے ارضی پر بسنے والے تمام انسانوں کی طرف نبی تھے اور آج بھی پوری نوعِ انسانی اور کرۂ ارض پر بسنے والے ہر انسان کی طرف آپ کی بعثت ہے۔ مزید برآں آپ ﷺ رحمت للعالمین ہیں آپ کی شان رأفت و رحمت کا مظہر ہے کہ آپ ﷺ نے اپنے زمانہ مبارک اور حیات طیبہ کے بعد آنے والے حالات و واقعات سے اُمت کو آگاہ کیا اور اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کے سامنے قیامت تک کے حالات کی نقشہ کشی فرمائی، اس کی تفصیلات بتائیں، آنے والے ادوار میں فتنوں کا ذکر فرمایا، ان فتنوں سے ایمان کی سلامتی کے ساتھ آبرومندانہ سرخروئی کا بھی ذکر فرمایا اور ضروری رہنمائی بھی دی۔

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہ احسان عظیم ہے کہ انہوں نے آپ ﷺ کے آخری پیغمبر ہونے اور قیامت تک کے زمانہ بعثت کی نزاکتوں کا ادراک کیا اور آپ ﷺ کے اس موضوع پر فرامین وخطبات اور تفاصیل کو روایت کیا ہے جسے ہمارے قابل قدر اسلاف نے اپنے قول و عمل اور

تصنیفات وتعلیمات کے ذریعے ہم تک پہنچایا ہے۔

علاماتِ قیامت کے موضوع پر گفتگو کرتے ہوئے یا خود غور کرتے ہوئے یہ بات سامنے رہنی چاہئے کہ آپ ﷺ نے جو تفاصیل دیں اور صحابہ کرام ؓ نے سنیں (اور بعد ازاں روایت ہو کر مختلف فقہی مسالک اور تدوین حدیث کے اماموں کے ذریعے ہم تک پہنچیں) وہ موضوع کے اعتبار سے نہایت اہم ہیں تاہم زبان و بیان کی درج ذیل مجبوریوں کو پیش نظر رکھنا ناگزیر ہے:

(1) ہمارے آقا نبی آخر الزمان حضرت محمد ﷺ نے جو بھی واقعات و حالات علاماتِ قیامت (یا اسی قسم کے دیگر موضوعات) کے متعلق فرمائے وہ یقیناً 'مستقبل' کی بات تھی۔

(2) آپ ﷺ نے جو معلومات دیں یا تو حضرت جبریل علیہ السلام کے ذریعے 'وحی خفی' قسم کی معلومات ہیں جن کا حتمی ہونا ہم اہل سنت کے نزدیک ہر قسم کے شک و شبہ سے بالاتر ہے۔

(3) بصورت دیگر واقعہ معراج کی تفاصیل کی طرح آپ ﷺ کو قرب قیامت کے ادوار کے حالات کا مشاہدہ کرایا گیا ہو اور آپ نے اپنے مشاہدات بیان کئے ہوں اس صورت میں بھی ایک پیغمبر علیہ السلام کے 'حواس' چاہے ظاہری ہوں یا باطنی وہ عام انسانی فہم سے یقیناً بہت بلند معیار پر ہیں۔ (مولانا روم رحمہ اللہ حنانہ کے واقعہ کے بارے میں اسی بات کی طرف اشارہ کیا ہے

فلسفی کو منکر حنّانہ است ؎ از حواسِ انبیاء بیگانہ است)

(4) تیسرے درجے میں کسی واقعہ اور منظر کے مشاہدے کے بعد اس کی تفصیلات کا صحیح ادراک ہے۔ مستقبل کے معاملات کا الہامی ادراک ایک حقیقت ہے اور پیغمبر علیہ السلام کا الہامی ادراک بھی یقیناً ہر شک و شبہ سے بالاتر ہے اور مثالی ادراک ہی شمار ہوسکتا ہے۔

(5) چوتھے درجے میں اس الہامی ادراک کا ——— بیان ہے۔ جہاں تک کسی منظر کی تفاصیل بیان کرنے کا تعلق ہے اس میں ادراک کی صحت کے ساتھ ساتھ زبان و بیان کی فصاحت و بلاغت کے جملہ تسلیم شدہ محاسن کا پایا جانا اس بیان کا حسن شمار ہوتا ہے اور پیغمبر اسلام علیہ السلام کا بیان یقینی طور پر فصاحت و بلاغت کے اعلیٰ اُصولوں اور معیارات پر پورا اُترتا ہی ہے بلکہ ہمارا ایمان ہے کہ آپ ﷺ کا بیان ——— ہی فصاحت و بلاغت کے فن کے اُصولوں کے لئے منبع اور

سرچشمہ ہے جہاں سے یہ اُصول اخذ کئے گئے ہیں۔آپ ﷺ "افصح العرب" تھےاورآپ کا کلام بلاشک وشبہ اور بلا تمثیل معجزانہ،حقیقت کا عکس جمیل اور جامع و مانع ہوتا ہے۔آپ ﷺ کے خطبات وفرامین جوامع الکلم اور امثال کا درجہ رکھتے ہیں اور انسانی ذہن کے فطری سانچوں کے عین مطابق ہوتے ہوئے انسانی ذہن کومسحور کر لینے اور گرویدہ بنا لینے کا بدرجہ کمال نمونہ ہیں۔

(6) کسی عصری اور رواجی یا فاصلاتی واقعہ کا بیان چونکہ سامعین کے ذہن اور معلومات کے مطابق ہوتا ہے لہٰذا ــــــــ کسی بیان کرنے والے کو اپنا مدعا سمجھانے کے لئے الفاظ کے انتخاب پر اور کسی مخصوص لہجے کو اختیار کرنے میں اضطراب نہیں ہوتا ــــــــ جبکہ زیر گفتگو معاملات جو مستقبل سے متعلق ہیں جبکہ زمان و مکان کے تفاوت،عرف کے تفاوت اور انسانی تجرباتی علوم کی ترقی کے پہلو سے جب نئی نئی ایجادات وصنعت کا بیان مقصود ہوتو متکلم کو دوطرح کے معاملات کا خیال کرنا پڑتا ہے۔

(i) ایک نئی باتوں کے بیان کے لئے نئی اصطلاحات کا اختیار کرنا جس کی گنجائش ہر زندہ زبان اور زندہ قوم میں بدرجہ اتم ہوتی ہے۔

(ii) سامعین کی ذہنی اور مشاہداتی سطح کو مدنظر رکھنا کہ وہ کس حد تک مستقبل میں جھانکنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔

اس ضمن میں مستقبل قریب یا بعید کی انسانی ترقی یافتہ ماحول کا بیان کرنے میں متکلم کے لئے ایک سوال یہ ہوتا ہے کہ آنے والے حالات وواقعات کی منظر کشی ایسی مشکل فہم سے بالاتر اور مافوق العادات کے ضمن کی نہ ہو کہ سامعین اس کو صرف تخیلاتی اور جن بھوت اور پریوں کے دیش کے معاملات پر قیاس کرنے لگیں۔ بلکہ سامعین بھی محسوس کریں کہ اُن کے ذہن کے قریب ہوکر بات کی جارہی ہے اور وہ حالات وواقعات کو سمجھ رہے ہیں۔

(7) متکلم کے لئے 'بیان' کے معاملے میں سامعین کو مطمئن کرنے سے بھی کہیں مشکل امر یہ ہوتا ہے کہ وہی 'بیان' جب ایک صدی،دوصدی یا دس بارہ صدیوں بعد آئندہ آنے والے دور کا انسان پڑھے گا یا سنے گا تو وہ بھی کسی درجے میں بیان کی تفصیلات اور نزاکتوں کو حقیقت سے اتنا دور نہ سمجھے کہ اس کے لئے اس کے اپنے دور میں موجود مشکل چیزوں کو ان الفاظ کے تحت لانا

ناممکن ہوجائے۔

(8) اُوپر درج زمان ومکان کے فرق اور زبان وبیان کی مجبوریوں کے باوجود ابلاغ کا حق ادا کرنے کا ملکہ ایک ایسی خوبی ہے جو حضرت محمد ﷺ کو بدرجہ کمال حاصل تھی آپ نے اس ملکہ کو موقع بہ موقع استعمال کر کے اس کا حق ادا فرما دیا ہے۔ (جزی اللہ عنا ھذا النبی الامی محمداً احسن الجزاء)

(9) ہمارے آقا حضرت محمد ﷺ (فداہ آباؤ نا وامھاتنا) نے تو یقیناً صدیوں بعد کے واقعات، مناظر، ایجادات، صنعت، ظروف واحوال میں حیرت انگیز تبدیلی (جیسا کہ آج ہم دیکھ رہے ہیں) کا ادراک بیان اور ابلاغ (COMMUNICATION) کا حق ادا کر دیا تاہم اسی بحث کا دوسرا رُخ یہ ہے کہ آپ ﷺ کے سامعین نے ان باتوں کو سن کر کیا محسوس کیا؟ کیا آپ کے سامعین نے آپ کو FOLLOW کیا۔ ادراک حقیقت میں آپ ﷺ کے ساتھ SHARE کیا؟ آٹھ دس گھنٹے کے ایک خطاب میں کیا آپ ﷺ کے سامعین نے کوئی اکتاہٹ یا بوریت محسوس کی۔ کیا زبان وبیان میں کوئی ایسی بات سامنے آئی جو ان کے فہم سے بالاتر ہو جیسے انگریزی محاورہ میں کہتے ہیں SPEAKING OVER THE HEAD

ان سب پہلوؤں سے آپ ﷺ کے سامعین کرام رضی اللہ عنہم میں کوئی منفی احساس نہیں پایا گیا اور نہ وہ روایت میں آیا۔

اس پر غور فرمائیں تو یہ حقیقت سامنے آئے گی کہ ایک حد درجہ مشکل صورت حال میں جس کا صحیح صحیح ادراک صرف ایک پیغمبر علیہ السلام ہی کر سکتا تھا۔ اس پیغمبر علیہ السلام نے اس کی منظر کشی اور بیان اس انداز میں کیا کہ سامعین کرام رضی اللہ عنہم بھی محظوظ ہوئے اور اُنہوں نے ساری گفتگو میں ذہنی دلچسپی (MENTAL ATTACHMENT) محسوس فرمائی۔

حضرت محمد ﷺ کے سامعین یقیناً عام انسان نہیں تھے۔ اُن کا آئی کیو (IQ) اور ذہنی سانچہ ایک اوسط انسان سے کہیں بہتر تھا۔ بلکہ اگر بوجوہ ان اصحاب کی اکثریت کو ایک طرح کا GENIUS اور عبقری کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ اس لئے کہ یہ خاص لوگ جو آپ ﷺ پر ایمان لائے اور اُنہوں نے آپ ﷺ کا ہر حال میں ساتھ دیا وہ ''چنے ہوئے'' لوگ تھے اس لئے کہ

(i) خالق کائنات نے اپنے آخری پیغمبر حضرت محمد ﷺ کو نہایت اعلیٰ صلاحیتیں دی تھیں

اور ان کا ادراک نبوت (PROPHETIC VISION) بھی ختم نبوتؐ کے شایانِ شان اور سرتاجِ انبیاء علیہم السلام کے درجے کا تھا۔

(ii) آپ ﷺ کے لئے اللہ تعالیٰ نے جو علاقہ منتخب فرمایا وہ بھی کسی ٹاس (TOSS) کے نتیجے میں نہیں تھا بلکہ استحقاق کی بنیاد پر تھا کہ آپ ﷺ کی تعلیمات، جدوجہد، الہامی شریعت اور اعوان وانصار کے ناگزیر تقاضوں کو پورا کرنے والا مردم خیز علاقہ ہی اس کا اہل ہوسکتا تھا۔ اس لحاظ سے عربوں کا مقام اولادِ آدم میں لائق رشک ہے۔ یقیناً بہت ساری انسانی خوبیاں اور اعلیٰ اخلاقی اقدار تھیں جو ظاہری گمراہی کے باوجود اس علاقے کے لوگوں میں موجود تھیں۔ اس ''اُمت دعوت'' میں کئی پہلوؤں سے نہایت خالص اور منتخب روزگار وہ لوگ تھے جو آپ ﷺ پر ایمان لائے اور آپ ﷺ کے دست وبازو بنے۔ (جزاهم الله عنا احسن الجزاء)

(iii) پھر ایمان سے ان کی صلاحیتوں کو جلا ملی بعد ازاں آپ ﷺ کی صحبت سے فیضیاب ہوئے۔ پھر آپ ﷺ کی تربیت نے ان اصحاب کو درجہ کمال تک پہنچا دیا۔ اولاً باصلاحیت قوم (TALENTED PEOPLE) پھر آپ ﷺ کی تربیت اور قرآنی تعلیمات کا اثر کہ وہ انسانیت کا حاصل (INTELLEGETIA) یا CREAM OF MAN KIND کا درجہ حاصل کر گئے اور اس پر مستزاد یہ کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ ﷺ پر دل وجان سے فدا ہوئے اور آپ کی انقلابی جدوجہد کا ہراول دستہ بن گئے اور یوں محبوبیت خداوندی کا مقام پا گئے (سورۃ الصف آیت 4)

(iv) انہی روشن حقائق کا اعتراف اہل سنت کا یہ عقیدہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت من حیث المجموع تمام اُمت سے افضل ہے اور ساری اُمت کے اولیاء کرام مل کر بھی کسی صحابی رضی اللہ عنہ کے درجے کو نہیں پہنچ سکتے۔

ع یہ مقام اللہ اکبر! لُوٹنے کی جائے ہے

(10) اصحاب محمد ﷺ (ورضی اللہ عنہم) کی یہ مقدس جماعت وہ سامعین تھے جنہوں نے صدیوں کے حالات وواقعات کو سنا، سمجھا اور بیان کیا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت کے بارے میں بھی بلاخوف تردید کہا جاسکتا ہے کہ اُنہوں نے آپ ﷺ کے الفاظ کو یاد رکھا، مفہوم کو حتی المقدور ممکنہ حد تک قائم رکھا اور ان باتوں کو آگے بیان فرمایا۔

11۔ دور صحابہ ﷺ کے بعد کے ادوار کے بارے میں خود لسان حق ترجمان حضرت محمد ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

خَيْرُ الْقُرُوْنِ قَرْنِیْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ (......)

''بہترین زمانہ میرا زمانہ ہے پھر وہ جو اس کے قریب ہے پھر وہ جو اس کے قریب ہے''

یقیناً قرون اولیٰ میں احکام شریعت اور عبادات کے معاملات کی طرح ان معاملات کا بھی وہ مفہوم عام تھا جو شریعت کا تقاضا تھا.........مگر بعد کے حالات میں جب اسلامی افکار پر زوال آ گیا تو اگرچہ اعمال میں نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ باقی رہ گئے مگر اعلیٰ ایمانی کیفیات برقرار نہ رہ سکیں۔ تاہم اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ علوم منقولہ کے طور پر وہ ساری تفاصیل اور قرآن وحدیث کے ساتھ اسلاف کا علمی ورثہ ہم تک پہنچا ہے کہ ہم مسلمان ہیں۔

آج ہم 1432ھ میں زندگی گزار رہے ہیں اس عرصے میں بالعموم مگر گزشتہ دو صدیوں میں بالخصوص تجرباتی علوم کی ترقی سے سہولیات اور عام استعمال کی چیزوں میں انقلاب آ گیا ہے۔ سفر کی سہولتیں، مشینی سواریاں آج ہر شخص کی ضرورت ہے کوئی باحیثیت آدمی گھوڑے پر سوار تو شاید ہو جائے مگر گدھے اور خچر پر بیٹھنے کا تصور نہیں کر سکتا۔ اسی طرح فون، ٹی وی، ابلاغ کے ذرائع، ریڈیو، موبائل فون، سیٹلائٹ، گوگل ارتھ اور انٹرنیٹ کے ذریعے علوم تک رسائی آج عام ہو چکی ہے۔

ان باتوں کا چودہ صدیاں پہلے تصور کرنا اور بیان کرنا ——— یقیناً جس درجے میں آپ ﷺ نے بیان فرمایا اس سے بہتر بیان کرنا ممکن نہیں ہے۔ مزید براں ——— ابھی آئندہ وقت میں کیا نئی باتیں آنے والی ہیں اس کا آج ہم ادراک نہیں کر سکتے تو دس بارہ صدیاں پہلے ان کا کماحقہ ادراک اور یقین عام انسان کے لیے کیسے ممکن تھا۔

علامات قیامت کے بارے میں ہماری کوشش صرف یہ ہے کہ ہم قرآن وسنت اور آثار صحابہ ﷺ میں دی گئی معلومات کو آج کے دور میں دوبارہ دیکھیں کہ ان کی تعبیرات آج کی کن کن چیزوں پر صادق آتی ہیں۔ جو بآسانی سمجھ آ سکیں فبہا ——— ورنہ یقین کرنا چاہیے کہ وہ باتیں ابھی پوری نہیں ہوئیں اور وہ علامات آئندہ آنے والے وقت میں ظاہر ہوں گی۔ واللہ اعلم

سورج کا مغرب سے طلوع ہونا

کرۂ ارض پر رہنے والا ہر انسان سورج چاند اور ستاروں کا مشاہدہ کرتا ہے اور ان کا ایک نظام ہے جو ہمارے بڑوں اور بچوں کے مشاہدے کا حصہ ہے اور اس نظام کا تسلسل ہمارے تحت الشعور میں بیٹھا ہوا ہے اور اس کے خلاف بظاہر انسان سوچ بھی نہیں سکتا۔

رات دن کا بدلنا، سورج کا طلوع وغروب، چاند کی منزلیں، موسموں کا بدلنا، بارشیں، فصلوں کا نظام سارا اسی سورج اور چاند کے نظام سے منسلک ہے چاند کی روشنی بھی سورج سے ہی مستعار ہے۔

سورج کا مغرب سے طلوع ہونا ایک مختصر سا جملہ ہے مگر اس واقعہ کی اہمیت اور اثرات (IMPLICATIONS) کا تصور ہی بڑا خوفناک اور حیران کن ہے۔

اس موضوع پر گفتگو کو آسان اور عام فہم بنانے کے لئے ہم اپنی گفتگو کو ترتیب سے نمبر شمار کے ساتھ پیش کرنے کا انداز اختیار کر رہے ہیں تا کہ بات سمجھنے میں آسانی رہے

1۔ انّ اوّل الایات خروجًا طلوع الشمس من مغربها و خروج الدابة علی الناس ضحی فایتهما ما کانت قبل صاحبتها فالاخری علی اثرها قریبا (مسلم، احمد، ابودود عن ابن عمروؓ)

''قیامت کی ابتدائی علامات میں سے سورج کا مغرب سے طلوع ہونا اور 'دابہ' کا علیٰ رؤس الاشہاد لوگوں سامنے نکلنا ہے۔ ان دونوں میں سے جو پہلے ظاہر ہوگی دوسری اس کے بعد جلد ہی ظاہر ہو جائے گی''

اس حدیث پاک میں جناب رسول اللہ ﷺ نے 'سورج کے مغرب سے طلوع ہونے کو قرب قیامت کی ابتدائی علامات میں شمار فرمایا ہے اور اس کے ساتھ 'خروج الدابہ' کا بھی تذکرہ ہے لہذا باقی اشراط الساعة سے پہلے یہی دو نشانیاں ظاہر ہوں گی۔

2۔ سورج کے مغرب سے طلوع ہونے کے عمل کو سمجھنے کے لیے ہمیں نظام شمسی سے متعلق اپنی معلومات کو تازہ کرنا ضروری ہے تا کہ افہام وتفہیم کے تقاضے پورے ہو سکیں۔

3۔ اللہ تعالیٰ نے ستاروں کا ایک جہان پیدا فرمایا ہے اور کائنات میں ان کو بکھیر دیا ہے اس

وسیع وعریض دنیا میں فاصلے ناپنے کے لیے زمینی فاصلے ناپنے کے پیمانے ناکافی ہوتے ہیں روشنی کی رفتار کو بنیاد بنایا جاتا ہے۔ روشنی تقریباً تین لاکھ کلومیٹر فی سیکنڈ کے حساب سے سفر کرتی ہے اور زمین کی گولائی کے گرد ایک سیکنڈ میں سات چکر لگا لیتی ہے۔ فضائی کروں کے آپس کے فاصلوں کے لئے روشنی کا سال پیمانہ بنایا گیا ہے یعنی یہی روشنی ایک سال میں کتنا سفر کرے گی بالفاظِ دیگر 300000 x 60 x 60 x 24 x 365=9461 ارب کلومیٹر فی سال۔ اور ہماری فضا میں کئی کرے ایسے ہیں جن کی روشنی ابھی تک زمین تک نہیں پہنچ سکی۔

4۔ ہمارا نظام شمسی سورج کو مرکز بنا کر 9 سیاروں پر مشتمل ہے اور تقریباً 6000 ملین کلومیٹر کے نصف قطر کے دائرے میں سورج کے گرد حرکت میں رہتے ہیں۔ ان میں سے زمین قربت کے اعتبار سے تیسرے نمبر پر ہے اور سورج سے فاصلہ 150 ملین کلومیٹر ہے۔ اور چوتھے نمبر پر مریخ ہے جو زمین سے 60 ملین کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ ہمارا سارا نظام شمسی پوری فضا (SPACE) یا کائنات کا ایک چھوٹا سا کونہ ہے۔

5۔ زمین سورج کے گرد ایک سال میں ایک چکر مکمل کرتی ہے اسی سے موسم بنتے ہیں اور ہم سالوں رمہینوں کا حساب لگاتے ہیں۔ 150 ملین کلومیٹر نصف قطر کے حساب دائرہ کا محیط نکالیں اور رفتار کا حساب لگائیں تو زمین اندازاً 30 کلومیٹر فی سیکنڈ کی رفتار سے سورج کے گرد چکر لگا رہی ہے۔

6۔ سورج کی کوئی زبردست کشش ہے جو تمام سیاروں بشمول زمین کو ایک خاص فاصلے پر قائم رکھے ہوئے ہے اور گرنے نہیں دیتی۔ اسی طرح کوئی مقناطیسی طاقت ہے جو زمین کو اپنے محور کے گرد حرکت دیتی ہے جس سے رات دن بنتے ہیں۔ خط استوا پر زمین کی رفتار تقریباً 1600 کلومیٹر فی گھنٹہ ہے جس کا ہمیں احساس ہی نہیں ہوتا۔

7۔ عام آدمی اسے بہت آسان سمجھتا ہوگا مگر سورج کا مشرق کی بجائے مغرب سے طلوع ہونا ــــــــ زمین کی گردش کا الٹا ہونے مترادف ہے اور اس سے پورا نظام متاثر ہوگا اور زمین پر موسم، رہن سہن، رات دن، فصلیں، بارشیں، کاروبار ہر چیز متاثر ہوگی اور دنیا کا ہر انسان اس تبدیلی کے براہِ راست زیر اثر آئے گا۔

8۔ سائنسدانوں کے نزدیک نظام شمسی کے تمام سیارے کسی نہ کسی موقع پر اپنی رفتار میں کمی کرتے ہیں اورنظری طور پر ان سیاروں کی حرکت الٹی ہونے کا بھی امکان موجود ہے۔

9۔ سائنسدانوں کے اکتشافات اپنی جگہ ـــــــــ ہم مسلمانوں کے لئے مذہبی معاملات کے متعلق کسی حتمی رائے کے لئے اللہ تعالیٰ اوراس کے رسول ﷺ کی بات کی سند درکار ہے۔ایک فرمان میں آپ ﷺ نے زمین کی محوری گردش کے حد درجہ کم ہونے کا ذکر فرمایا ہے۔ دجال کے تذکرے کے ساتھ آپ ﷺ نے زمین کی محوری گردش کا بھی نقشہ سامنے رکھا ہے۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

قُلْنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَ مَا لُبْثُہٗ فِی الْاَرْضِ قَالَ: اَرْبَعُوْنَ یَوْمًا، یَوْمٌ کَسَنَۃٍ وَ یَوْمٌ کَشَھْرٍ وَ یَوْمٌ کَجُمُعَۃٍ وَ سَائِرِ اَیَّامِہٖ کَاَیَّامِکُمْ قُلْنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ فَذٰلِکَ الْیَوْمُ الَّذِیْ کَسَنَۃٍ اَتَکْفِیْنَا فِیْہِ صَلٰوۃُ یَوْمٍ قَالَ لَا ! اُقْدُرُوْا لَہٗ قَدْرَہٗ

’’ہم نے عرض کیا،اے اللہ کے رسول اللہ! وہ زمین میں کتنا عرصہ رہے گا۔آپؐ نے فرمایا: چالیس دن تک۔اورایک دن ان میں کا ایک سال کے برابر ہوگا اورایک دن مہینے کے،اورایک دن ہفتہ کے برابر ہوگا اور باقی دن تمہارے عام دن کے برابر ہوں گے،(تو ہمارے دنوں کے حساب سے دجال ایک برس دو مہینے چودہ دن تک رہے گا)۔ہم نے عرض کیا،اے اللہ کے رسول! جودن سال کے برابر ہوگا اس دن ہم کو ایک ہی دن کی نماز کفایت کرے گی؟ آپ نے فرمایا نہیں! تم اندازہ کر لینا اس دن میں بقدراس کے(یعنی جتنی دیر کے بعدان دنوں میں نماز پڑھتے ہو۔اسی طرح اس دن بھی اٹکل کر کے پڑھ لینا‘‘)۔

10۔ آپ ﷺ نے زمین کی رفتار سے متعلق جو کچھ فرمایا ہے اس کی تشریح کچھ یوں ہے:

زمین خط استوا پر 1600 کلومیٹر فی گھنٹہ کی رفتار سے حرکت کر رہی ہے اور کسی خارجی اثر سے اس زمین کی محوری گردش متاثر ہوجائے اور رفتار کم ہونا شروع ہوجائے تو پہلے انسان کو محسوس ہوگا کہ ہمارے رات اور دن کا عرصہ(24 گھنٹے) ہماری گھڑیوں کے حساب سے سات دنوں کے برابر ہوگیا ہے۔ پھر رفتا مزید کم ہوگی تو ہمیں محسوس ہوگا کہ ہمارا ایک دن(رات اور

دن) گھڑیوں کے حساب سے 30دن کے برابر ہوگیا ہے اور مزید کم ہوتے ہوتے ہمارا ایک دن (رات اور دن) گھڑیوں کے حساب سے 365دن کے برابر ہوگیا ہے۔ گویا زمین کی محوری گردش بتدریج کم ہوگی اور ہم اپنے پیمانوں میں اسے ہفتوں، مہینوں اور سالوں کے حساب سے محسوس کریں گے۔

11۔ جب زمین کی گردش اتنی کم ہوجائے گی کہ زمین ایک سال میں ایک چکر مکمل کرے تو زمین کی یہ محوری گردش 1600 کلومیٹر فی گھنٹہ کم ہوکر صرف 4.38 کلومیٹر فی گھنٹہ رہ جائے گی تو ایک سال کا ایک دن بنے گا اور مزید کم ہوکر یہ صفر ہوجائے گی اور جلد ہی الٹا چکر کھانا شروع کردے گی اور دوبارہ زمین کی رفتار بڑھنا شروع ہوجائے گی۔

یہ وقت ہوگا جب سورج مغرب سے طلوع ہوگا۔ نظری طور پر اس صورت حال کا واقع ہونا قرین قیاس ہے اور لسانِ رسالت ﷺ نے اسے دجال کی آمد کے ساتھ منسلک بتایا ہے جس سے فتنہ دجال کی اہمیت اور ہمہ گیریت بہت زیادہ بڑھ گئی۔

12۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا

هِشَامِ بْنِ عَامِرٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ مَا بَيْنَ خَلْقِ آدَمَ إِلَى قِيَامِ السَّاعَةِ خَلْقٌ أَكْبَرُ مِنَ الدَّجَّالِ (مسلم)

سیدنا ہشام رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ ﷺ فرماتے تھے کہ آدم علیہ السلام کے وقت سے لے کر قیامت تک کوئی مخلوق (شر و فساد میں) دجال سے بڑی نہیں ہے (سب سے زیادہ مفسد اور شریر دجال ہے)۔

کہ تاریخ انسانی میں دجال سے بڑھ کر کوئی فتنہ نہیں اور ہر پیغمبر علیہ السلام نے اس فتنہ سے پناہ مانگی ہے۔ واقعتاً دجال کے ظہور کے زمانے میں مشرق وسطیٰ سے دور دراز دیہاتی علاقوں کے لوگ اس کی آمد سے براہ راست بہت کم متاثر ہوتے اور ان کے ذاتی تجربہ کی نوبت نہ آتی مگر اس دجال کی آمد پر زمین کا رُک جانا اور پھر زمین کی گردش کا اُلٹا ہوجانا اور سورج کا مغرب سے طلوع ہونا ایسے ہولناک گھمبیر اور دل ہلا دینے والے واقعات ہوں گے کہ انسان اس دور کی ہولناکی کو محسوس کرے گا۔

13۔ زمین کی گردش اُلٹی ہوکر کچھ عرصے بعد پھر رُک جائے گی پھر زمین دوبارہ اپنی سابقہ روش کے مطابق معمول کی گردش پر آئے گی اور اُسے اُسی طرح سال مہینہ اور ہفتہ لمبے دنوں سے گزر کر واپس معمول کی رفتار پر آنا ممکن ہوگا۔

14۔ کہا جا سکتا ہے اور یہ ممکن ہے کہ زمین کسی خارجی کرّے یا سیارے کے مقناطیسی میدان میں آئے گی جو زمین کے مقناطیسی میدان (جس سے زمین کی محوری گردش وجود میں آتی ہے) سے زیادہ طاقتور ہوگا جس سے زمین کی گردش آہستہ ہونا شروع ہوگی پھر بہت آہستہ ہوکر رُک جائے گی پھر زمین اُلٹی حرکت کرنا شروع کردے گی جب زمین کچھ عرصے بعد (جو اللہ ہی جانتا ہے) اس کرے کے مقناطیسی اثرات سے نکلے گی تو زمینی گردش رُک کر سیدھی ہوگی اور معمول پر آجائے گی۔

15۔ اس طرح کا ایک واقعہ مریخ کے ساتھ گذشتہ سالوں میں گذر چکا ہے جسے انٹرنٹ پر دیکھا جا سکتا ہے اور تفصیل پڑھی جا سکتی ہے (اس واقعہ پر مبنی ایک مضمون ہم 2004ء کے ندائے خلافت سے شائع کررہے ہیں تاکہ یہ صورت حال ذہن میں تازہ ہوجائے اور کوئی وقتی یا فوری ردّ عمل کا شائبہ نہ گزرے۔)

16۔ یہاں تک بات تھی سورج کے مغرب سے طلوع ہونے کے واقعہ کے مشاہدات اور بیان کے ضمن میں PROPHETIC VISION کی جو یقیناً ہر شک وشبہ سے بالاتر ہے۔ اب بات آتی ہے صحابہ کرام ؓ کے ادراکِ حقیقت کی۔ صحابہ کرام ؓ نے اس واقعہ کا پورا نقشہ ذہن میں بنایا (شاید آج کا عام انسان بھی فوراً ایسا نقشہ ذہن میں نہ بنا سکے) پھر اس کا ادراک کیا اس کی تفاصیل محسوس کیں اور پھر ایک سوال آپ ﷺ سے کردیا۔ کہا جاتا ہے کہ اچھا سوال نصف عقلمندی ہے۔ یقیناً سوال کا انداز ہی صحابہ کرام ؓ کی عظمت کی دلیل اور ان کی آپ ﷺ کے ہاتھوں مکمل ذہنی وفکری تربیت کا آئینہ دار ہے۔ عرض کی ـــــــ ارشاد فرمایئے ایک سال والے دن کی نمازوں کا کیا بنے گا۔ (یاد رہے کہ اُس زمانے میں ابھی گھڑی ایجاد نہیں ہوئی تھی اور ہمارے زمانے کی طرح یہ سہولت ہر چھوٹے بڑے کو میسر نہیں تھی) آپ ﷺ نے اپنے سامعین صحابہ کرام ؓ کے سوال کا جواب ارشاد فرمایا کہ عبادات معمول کے حالات کے مطابق اندازے

سے ادا کر لینا۔ آپ وقت بتانے والے آلات اور الیکٹرانک گھڑیوں کا تذکرہ فرمادیتے تو ایک نیا ISSUE کھڑا ہو جاتا۔ لہٰذا ـــــــ خاموشی اختیار فرمائی گئی آج ہمیں اس مسئلہ کا حل گھڑیوں کی موجودگی میں نہایت آسان نظر آتا ہے۔

17۔ قیامت کی اس علامت میں جبکہ یہ علامت ظاہر ہو جائے گی دو پہلو عملی زندگی کو اس حد تک متاثر کریں گے کہ روئے ارضی کا کوئی انسان شاید ہی ایسا ہو جو اس سے متاثر نہ ہو۔ یوں یہ علامت قیامت اس قدر عام ہوگی اور ہر جگہ زیر بحث اور گفتگو کا موضوع ہوگی جس سے انسانیت اپنے رب، خالق، مالک، اخلاق و کردار، سزا و جزا کے بارے میں غور کرنے پر آمادہ ہو جائے گی اور دل گواہی دیں گے کچھ لوگ اس وقت توبہ کی طرف مائل ہوں گے مگر اس وقت تابہ قبول نہیں ہوگی۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے کہ سورج کا مغرب سے طلوع ہونا ـــــ قیامت کی اہم نشانی ہے لہٰذا ـــــــ اس سے پہلے پہلے تو توبہ کی گنجائش ہے کہ اس میں 'غیب' پر ایمان لانے کا ایک پہلو موجود ہوگا مگر اس نشانی کے ظاہر ہونے پر تو ہر آدمی اس بات کی گواہی دے گا کہ واقعی خالق کائنات نے نظام زندگی کو ایسا ہلا کر رکھ دیا ہے اور ایسا انقلاب واقع ہو گیا ہے کہ کسی کو اس سے انکار کی مجال نہیں لہٰذا ـــــــ اب توبہ نہیں ہے۔ فرمان نبوی ﷺ ہے:

من تاب قبل ان تطلع الشمس من مغربها تاب الله عليه (**مسلم**)

''جو شخص سورج کے مغرب سے طلوع ہونے سے پہلے توبہ کرے اللہ تعالیٰ اس کی توبہ کو قبول فرمائے گا''

گویا اس اہم واقعہ کے بعد توبہ کا دروازہ بند ہو جائے گا۔ (اللہ تعالیٰ ہمیں جلدی اور سچی توبہ کی توفیق عطا فرمائے آمین۔)

18۔ اس واقعہ کا اولین مسئلہ جس سے ہر مسلم و کافر برابر متاثر ہوگا وہ یہ ہے کہ تمام انسان اپنے مکانات، رہنے کی جگہیں، بیٹھنے کے ڈیرے اس طرح بناتے ہیں کہ وہاں دھوپ چھاؤں کا خیال رکھا جاتا ہے۔ سائے کا اہتمام کیا جاتا ہے اور دھوپ سے بچاؤ کے لئے مختلف انداز اختیار کئے جاتے ہیں۔ جب سورج مغرب سے طلوع ہوگا تو یہ سارا نظام اُلٹ ہو جائے گا اور جتنے عرصہ یہ صورت حال رہے گی۔ دھوپ چھاؤں کے معاملے میں ہر آدمی پریشان ہو جائے گا۔ انداز

بدلنے پڑیں گے۔ بالفرض فجر کے بعد سائے میں آدمی چار پائی/کرسی پر دیر تک بیٹھنے کا عادی ہے تو وہ آدمی اب اس طرح سائے سے محروم ہو جائے غرض انسان اپنے گھر، دفتر، کارخانہ ڈیرہ ہر جگہ اس واقعہ کے اثرات محسوس کرے گا اور اسی کی گفتگو ہر انسان کی زبان پر ہوگی۔

19۔ قیامت کی اس علامت کے ظاہر ہونے کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ جس انسانی تمدن، رہن سہن اور LIFE STYLE تک بدل جائے گا۔ وہ زمین کی محوری حرکت کا سست ہو کر ایک دن (24 گھنٹے) یعنی صبح سے شام تک اور پھر شام سے صبح تک کا سفر ایک سال کے برابر ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کی اس اہم نشانی کے اثرات انسانی زندگی پر کیا ہوں گے وہ ہم ذیل میں اختصار کے ساتھ درج کر رہے ہیں باقی ہر شخص اپنے انداز اور اپنے شعبہ زندگی کی باریکیوں کی روشنی میں خود تفصیلات طے کر سکتا ہے۔

20۔ زمین اپنی محوری گردش رات دن میں مکمل کرتی ہے جو اب ہم نے 24 گھنٹے شمار کر لئے ہیں اور گھڑیاں اسی اُصول پر مبنی ہیں سوئیوں والی گھڑی شمسی گھڑی کہلاتی ہے کہ یہ سورج کی حرکت اور سفر کے پیش نظر ہی بنائی گئی ہے پھر اس کی بدلی ہوئی شکل اب وقت کو بنیاد بنا کر اس کو ایک سکرین پر دکھا دیتے ہیں کہ اب یہ وقت ہے۔

21۔ جب دن رات کا یہ عرصہ آج کے ایک سال کے برابر ہو جائے گا تو دن رات کا یہ عمل یوں سمجھئے 365 دنوں میں مکمل ہوگا۔ ہماری ڈیجیٹل وقت اور تاریخ بتانے والی گھڑیاں ایک سال کا عرصہ بتائیں گی مگر اس عرصے میں ظاہراً صرف ایک رات اور دن بدلے ہوں گے۔ یہ واقعہ انسانی زندگی کے معمولات میں انقلاب تبدیلیاں برپا کر دے گا۔

22۔ ہمارے آقا حضرت محمد ﷺ نے ہماری رہنمائی فرمائی کہ نمازیں گھڑیوں کے مطابق 24 گھنٹے میں پانچ کے اعتبار سے ادا کرتے رہنا اور اسی طرح دفتری اوقات، دکانیں، کارخانے، کھیت کے کام غرض ہر چیز صرف وقت کے ساتھ ساتھ حرکت کرے گی۔

23۔ جیسا کہ آج کل بھی بعض ممالک میں چھ مہینے کی رات اور چھ مہینے کا دن ہوتا ہے یا قطب شمالی میں بعض جگہ 9 مہینے کی رات اور صرف تین ماہ کا دن ہوتا ہے یا اس کا عکس وہاں دفتری اوقات گھڑیاں دیکھ کر ہی طے پاتے ہیں۔ تاہم یہ علاقے اکثر سرد ممالک ہیں اور وہاں ویسے دن

ہوتو بھی سورج نظرنہیں آتا وہاں لوگ گھروں میں ہی محصور ہوتے ہیں۔

جبکہ میدانی علاقوں میں جہاں زندگی تیز بھاگتی ہےاور ہرانسان بہت زیادہ حرکت میں رہتا ہے وہاں مسلسل دن اور مسلسل رات یقیناً انوکھا تجربہ اوراعصاب شکن تجربہ ہی ہوگا۔

24۔ چھ ماہ کے دن اور چھ ماہ کی رات کا تصور کیجئے۔ گویا آج کل بارہ گھنٹے گذریں گے تو سورج فجر سے مغرب تک کا سفرکرے گا۔ وہی سفراس وقت 180 دنوں میں ہوگا۔گویا جیسے آج 4 منٹ میں سورج جتنا آگے بڑھتا ہے ہماری گھڑیوں کے حساب سے اس عرصے میں 24 گھنٹے گذر چکے ہوں گے۔اوراس عرصے میں (گویا تقریباً ایک ہی جگہ رہے گا) ہمیں پانچ نمازیں ادا کرنا ہوں گی۔سورج کے طلوع ہونے اوراشراق کا وقت آنے میں تقریباً ایک ہفتہ گذر جائے گا اسی ممنوعہ وقت میں ہم 35 نمازیں فجر،ظہر،عصر،مغرب،عشاء پڑھ چکے ہوں گے۔

مکّۃ المکرّمہ کے مشرق میں مسجدیں مغرب کی رُخ کرکے بنتی ہیں اور مغرب کے ممالک میں مشرق کی طرف قبلہ ہوتا ہےاور مسجدیں اس طرح سائے اور چھاؤں کے پیش نظر بنائی جاتی ہیں۔سورج مغرب سے طلوع ہونے سے یہ سارا نظام بھی عارضی طور پر اُلٹ جائے گا اور لوگ اوپراہٹ محسوس کریں گے۔

25۔ اسی طرح رات کے اوقات میں 180 دن گذارنے ہیں رات میں فجر،ظہر،عصر، مغرب،عشاء ادا ہوں گی۔ ماضی کی روایات اورتصورات عارضی طور پر بدل جائیں گےاور ہرآدمی کو ہروقت ہوشیار رہ کراپنی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونا ہوگا۔اسی طرح زوال وغروب آفتاب کے وقت نماز اورسجدہ کی نوعیت بھی ظاہراً بدل جائے گی۔

26۔ اسی طرح دن کے وقت چاندنظرنہیں آتا۔مگردن کے اوقات میں چھ ماہ گذرجائیں گے چاندنظرنہیں آئے گا۔لہٰذا چاند کا حساب کتاب ''نظری'' اعتبار سے ہی طے ہوگا نہ کہ رویت بصری کی بنیاد پر۔

27۔ حج کی عبادت عین ممکن ہے آئے کہ دوپہر کے اوقات میں وہ مہینہ ہےاورحج کے ایام میں ملک عرب میں مسلسل دن کی کیفیت ہے گرمی ہے سارے ارکان حج اوران کی ادائیگی کا معاملہ ایک نئے انداز سے سامنے آئے گا۔

28۔ ماہِ صیام کا معاملہ بھی عجیب ہوگا۔ روزہ تو روئے ارضی کے اکثر ممالک میں جہاں مسلمان ہیں ایک انوکھا تجربہ ہوگا۔ جہاں فجر کے وقت یہ ماہ صیام آئے اور جتنا آج دو گھنٹے میں سورج اپنی جگہ بدلتا ہے اتنی جگہ بدلنے میں پورا ماہ صیام گزر جائے گا۔ کہیں یہ ماہِ صیام رات میں ہوگا کہیں دن میں کہیں فجر کے اوقات میں کہیں مغرب کے اوقات میں کہیں عصر کے وقت کہیں عشاء کے قریب کے اوقات۔ اسی دوران روزہ کے معاملات سحری، افطاری اور تراویح جیسے تمام اعمال پورا مہینہ انجام پائیں گے۔ عید کہیں رات کو آئے گی کہیں ظہر اور کہیں عصر کے بعد اور کہیں سحری کے اوقات میں۔

29۔ اسی طرح کارخانوں دفتروں کے معاملات ایک انقلاب اور تغیر کا شکار ہو جائیں گے۔ کہیں مسلسل دن ہی دن ہے کہیں مسلسل رات ہی رات ہے۔

انسان عام طور پر رات کو آرام کرتا ہے اور دن کو کام کاج میں مصروف رہتا ہے۔ مگر اس دور میں یہ صورت حال یکسر بدل جائے گی یا تو لوگ اپنے آپ کو اس کا عادی بنالیں گے یا پریشان حال ہو جائیں گے۔

30۔ گھریلو مصروفیات کا یہی حال ہوگا کچن، کھانا پکانا وغیرہ کپڑے دھونے کے معاملات کہیں مسلسل دن میں ہمیں کہیں مسلسل رات میں ہیں۔

31۔ غرض اس نشانی کے ظاہر ہونے پر اور یہ سال بھر کا واقعہ ہوگا اور ہر شخص اس سے متاثر ہوگا لہٰذا ہمارے لہجے، رویے، طور طریقے، سونے جاگنے کے اوقات، کھانے پینے کے معاملات ہر چیز بدل جائے گی۔

32۔ اس نشانی کے ظاہر ہونے سے ہماری زبان، محاورے اور الفاظ بدل جائیں گے اور سابقہ محاورے جو سابقہ صدیوں کے تجربات پر مبنی ہیں زبان پر بوجھل محسوس ہوں گے اور متروک ہو جائیں گے مثلاً آج کوئی دوپہر تک سو رہا ہو تو کہتے ہیں دوپہر ہوگئی ہے ابھی تک سو رہا ہے دھوپ آ گئی ہے سورج سر پر آ گیا تو ابھی تک اُٹھنے کا نام نہیں لے رہا۔ ایسے سارے الفاظ، محاورے اور لہجے اپنے معانی اور مفہوم (وقتی طور پر) کھو دیں گے۔

33۔ سورج سے فصلیں پکتی ہیں، موسم بدلتے ہیں، بارشیں ہوتی ہیں، برف پگھلتی ہے، دریا

بھتے ہیں۔ساری دنیا میں ایک سال کا دن ہونے سے یہ سارا نظام تلپٹ ہو جائے گا عین ممکن ہے۔ ساری برف پگھل جائے اور میدانی علاقوں میں سیلاب آ جائیں سمندر ابل پڑیں اور آئندہ نسلوں کو نئی صورت حال کا سامنا کرنا پڑے۔

34۔ اسی طرح فصلوں کا نظام، اناج کی فراہمی وغیرہ کے معاملات زیادہ تر میدانی علاقوں سے وابستہ ہیں۔ان علاقوں میں موسمی تبدیلیوں کا پہلے سے ادراک نہ کیا گیا اور حضرت یوسف علیہ السلام کی طرح پیش بندی نہ کی گئی تو صورت حال بڑی خوفناک ہو سکتی ہے۔

35۔ سکولوں،کالجوں،تعلیمی اداروں،چھٹیوں پر سیر سپاٹے،تفریحی مقامات کی سیر، سرد علاقوں کے سفر وغیرہ کے تصورات سب کچھ ایک ـــــــ واقعہ کے نتیجے میں الٹ پلٹ ہو جائے گا اور ہر آدمی کو ہر وقت نئی صورت حال کے بارے میں سوچ بچار کر کے فیصلہ کرنا ہوں گے جس سے ہر آدمی اس واقعہ کے اثرات کے زد میں ہوگا۔اُسے اپنے رب کی قدرتوں کا احساس ہوگا ـــــــ مگر بہت دیر ہو چکی ہوگی۔

آج احساس کرو ـــــــ اس وقت تو ـــــــ توبہ کا دروازہ بند ہو چکا ہوگا۔اگر ہمارے دلوں پر تالے نہیں ہیں تو ہمیں آج اس منصوبہ بندی میں گزارنا ہوگا کہ آنے والے اس کل سے پہلے اس کے برے اثرات سے مقابلہ کرنے کے قابل ہوسکیں اور توبہ کا دروازہ بند ہونے سے پہلے توبہ کر سکیں۔آنے والا وقت یقیناً بڑا ہولناک ہے۔بقول علامہ اقبال

ع محو حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہو جائے گی

غرض یہ ہولناک واقعہ ہے جس سے ہر انسان خواہ غاروں میں رہتا ہو یا محلات میں' اس سے متاثر ہوگا۔یہ قیامت کی اہم علامات میں سے ایک ہوگی۔

اَللّٰھُمَّ احفَظنَا مِنُ خِزیِ الدُّنیَا وَ الاٰخِرَۃِ

اَللّٰھُمَّ احفَظنَا مِنُ فِتنَۃِ المَحیَا وَ المَمَاتِ

وَ مِنُ فِتنَۃِ المَسِیحِ الدَّجَالِ..........آمین

تبصرۂ کتب

نام کتاب: گنبد خضریٰ کے سائے میں

رشحات قلم: شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ

ناشر: القاسم اکیڈمی، جامعہ ابوہریرہؓ، خالق آباد ضلع نوشہرہ

زیر نظر یہ کتاب شیخ الحدیث صاحب کی 47 سال قبل کے سفر حجاز کی ایمان افروز مطالعاتی روئیداد پر مشتمل ہے۔خود ناشر مولانا عبدالقیوم حقانی مدظلہ نے ہمارے لئے اس کتاب پر تبصرہ لکھنا ان الفاظ میں آسان بنادیا ہے''مرے استاد کی تحریر کا بانکپن، فنی مہارت، بلیغ منظر کشی وسماں بندی کہ حالات واقعات کی تصویر نگاہوں میں پھر جائے۔اور قال، حال،اور خبر نظر بن جائے'' اس کتاب میں بتمامہ موجود ہے۔'گنبد خضریٰ کے سائے میں' حرمین شریفین، زیارات مقدسہ، حالات وواقعات، مشاہیر علمار سے ملاقاتیں، ان کی علمی مجالس میں شرکت اور صحبتیں کو خوب جگہ دی گئی ہے۔قاری کو پڑھتے وقت اس چیز کا احساس رہتا ہے کہ سفر حجاز میں مولانا سمیع الحق کے ساتھ ساتھ ہیں۔کتاب پڑھنے کے قابل ہے۔ذوق مطالعہ رکھنے والے احباب کے لئے القاسم اکیڈمی کی خصوصی پیشکش ہے۔ضخامت 256 صفحات۔ (محمد انور سعید)

نام کتاب: اے زائر حرم

ترتیب: شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق صاحب

ناشر: القاسم اکیڈمی، جامعہ ابوہریرہؓ، خالق آباد ضلع نوشہرہ

یہ کتاب جناب شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب کا سفرنامہ حجاز اور ان کے ہم سفر علامہ مناظر احسن گیلانی، مولانا محمد ادریس ندوی، ڈاکٹر میر ولی الدین عثمانیہ یونیورسٹی، حضرت مولانا ابوالحسن ندوی، الحاج رفیع الدین مراد آباد، مولانا عبدالقیوم حقانی اور شیخ التفسیر حضرت مولانا قاضی عبدالکریم صاحب کا حرم شریف اور روضہ رسول ﷺ کی زیارت کا آنکھوں دیکھا حال اپنے خوبصورت انداز میں تحریر کرنا۔ان علماء حضرات نے اتنے دلکش انداز میں لفظوں کو پرویا ہے کہ پڑھنے والا محو حیرت رہ جاتا ہے اور پڑھتے ہوئے ایسا محسوس کرتا ہے کہ میں بذات خود وہاں موجود ہوں حرم شریف اور روضہ رسول ﷺ کی حاضری کے لیے بیتاب ہوجاتا ہے۔جو حضرات حج بیت اللہ اور روضہ رسول کی زیارت کرنا چاہتے ہیں وہ اس کا ضرور مطالعہ کریں۔اس میں عشق باری تعالیٰ اور محبت رسول ﷺ کے تمام تقاضے بڑے خوبصورت انداز میں تحریر کیے ہیں۔یہ کتابچہ خرید کر پڑھنے کے لائق ہے۔ضخامت 72 صفحات (محمد یوسف سلفی)

فرمانِ الٰہی

قرآن مجید میں طویل رات اور دن کا اشارہ

قُلْ اَرَءَیْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰہُ عَلَیْکُمُ الَّیْلَ سَرْمَدًا اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ مَنْ اِلٰہٌ غَیْرُ اللّٰہِ یَاْتِیْکُمْ بِضِیَآءٍ ط اَفَلَاتَسْمَعُوْنَ O قُلْ اَرَءَیْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰہُ عَلَیْکُمُ النَّھَارَ سَرْمَدًا اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ مَنْ اِلٰہٌ غَیْرُ اللّٰہِ یَاْتِیْکُمْ بِلَیْلٍ تَسْکُنُوْنَ فِیْہِ ط اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ O

کہو بھلا دیکھوتو، اگر اللہ تم پر ہمیشہ قیامت کے دن تک رات (کی تاریکی) کیے رہے تو اللہ کے سوا کون معبود ہے جو تم کو روشنی لادے۔ تو کیا تم سنتے نہیں۔ کہو بھلا دیکھوتو، اگر اللہ تم پر ہمیشہ قیامت تک دن کیے رہے تو اللہ کے سوا کون معبود ہے کہ تم کو رات لادے جس میں تم آرام کرو۔ تو کیا تم دیکھتے نہیں۔

سورۃ القصص آیات 72-71

انجمن خدام القرآن رجسٹرڈ جھنگ

کے وابستگان اور

ماہنامہ حکمت بالغہ جھنگ

کے قارئین کے لیے یہ اطلاع

بڑی خوشخبری

ہے کہ قرآن اکیڈمی جھنگ سے

مطبوعات کا ایک سلسلہ شروع کیا گیا ہے

جس کے ذریعے حکمت بالغہ میں

شائع شدہ کئی سلسلہ ہائے مضامین

کتابی صورت میں دستیاب ہوسکیں گے۔

اس وقت متعدد مسودات نظر ثانی کے مراحل میں ہیں

ان شاء اللہ اگلی اشاعت میں اس کی

مزید تفصیلات سامنے آسکیں گی

مکتبہ قرآن اکیڈمی جھنگ

فرمودۂ اقبال

ہر کجا بینی جہانِ رنگ و بو
آں کہ از خاکش بروید آرزو
یا ز نورِ مصطفیٰ ؐ او را بہا ست
یا ہنوز اندر تلاشِ مصطفیٰ ؐ است

اس جہان رنگ و بو میں اگر کہیں کوئی خدا دوست یا انسان دوست خیال، نظریہ، کشاکش یا نظام نظر آتا ہے______ وہ 'خیر' دراصل نبی آخرالزمان حضرت محمد ﷺ کی نورانی تعلیمات کا نتیجہ ہے یا تخلیقی مراحل سے گزر کر آپ ﷺ کی لازوال اور انقلابی تعلیمات کو آشکارا کرنے والا ہے۔ اس کائنات کا یہ سفر اس وقت تک جاری رہے گا جب تک آپ ﷺ کا لایا ہوا دین روئے ارضی پر غالب یا آشکار نہیں ہو جاتا۔